www.mohaddis.com

324

مدیر اعلیٰ

حافظ عبدالرحمن مدنی

ملّتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

مُحدّث

ستمبر ۲۰۰۸ء

۱۰ مشرف کی رخصتی اور مسائل میں سلگتا

۱۲ حدیث کی تدوین وتعبیر نو کی سازش

۲۸ مروّجہ اسلامی بینکاری کی چند خرابیاں

مجلس التحقیق الاسلامی

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
PAKISTAN

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیرِ اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی **مُدیر:** ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے **زرِ سالانہ:** ۲۰۰روپے **بیرون ملک:** ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ **ایڈریس:** ماہنامہ محدث، ۹۹جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 35866476 / 042 - 3586639 **موبائل:** 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

- عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فہرست مضامین

فکر و نظر

مشرف کی رخصتی اور مسائل میں سلگتا پاکستان ---------- 2

حدیث و سنت

ذخیرہ حدیث کی تعبیر و تدوین نو کی سازش ---------- 12

معیشت و اقتصاد

مروجہ اسلامی بینکاری کی چند خرابیاں ---------- 28
بیع سلم کے اصول اور اسلامی بینکاری ---------- 47

عدل و قضا

عدل کا مفہوم، شرعی تصور اور ارتقاء ---------- 62
جامعہ لاہور الاسلامیہ میں حج و عمرہ کے پانچ ارکان ---------- 67

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

مشرف کی رخصتی اور مسائل میں سلگتا پاکستان!

۹ برس بعد آخر کار پاکستان سے ایک تاریک عہد کی علامت نیست ونابود ہوگئی۔ ان سالوں میں پاکستان عالمی، سیاسی، داخلی اور معاشرتی غرض ہر حوالے سے کن آزمائشوں اور عدم استحکام کا شکار رہا، اس کا جائزہ اور تبصرہ تاریخ اور احوالِ اُمم کا نامہ نگار گاہے بگاہے کرتا رہے گا۔ پاکستان کے وجود پر 'روشن خیال' لیکن درحقیقت تاریک تر دور میں جو عبرت آموز داغ موجود ہیں، ان کی کسک آج بھی ہر باشعور پاکستانی اپنے قلب میں محسوس کرتا ہے۔ 'سب سے پہلے پاکستان' سے معنون اس دورِ حکومت میں کتنے فرزندانِ پاکستان نے اپنے خون کے نذرانے دیے، خون آشام فضا کا ہر لمحہ پاکستانی ماں سے ان کے جگر گوشوں کا خراج مانگتا رہا اور پاکستان برسر پیکار نہ ہوتے ہوئے بھی جنگ جیسی الم ناک صورتحال سے دوچار رہا۔ حکومتِ وقت نے اپنی رٹ قائم کرنے کے نام پر گویا عوام پاکستان کی جان ومال سے کھیلنے کا لائسنس حاصل کرلیا اور ظلم وبربریت کا یہ تسلسل ہنوز تھمنے میں نہیں آرہا!!

اپنے دورِ اقتدار میں روشن خیالی کے نام پر اُس نے قوم کو ایسے رستوں پر ڈال دیا جس کی منزل ہلاکت اور تنزل کی اتھاہ گہرائیوں کے سوا کچھ نہیں۔ نظامِ تعلیم کی اصلاح کے نام پر اسلام کو مسخ کرنے اور اُمتِ مسلمہ سے ہمارا ناطہ توڑنے میں اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ افغانستان کی مسلم حکومت امریکہ نے اس کے والہانہ تعاون کے بل بوتے پر تاراج کردی، ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو اس کے انٹیلی جنس رپورٹوں اور پاکستان میں امریکی بیسز کی فراہمی کی بنا پر شہید کردیا گیا۔ پرویز مشرف کی ہی غلامانہ پالیسیوں کی بدولت صوبہ سرحد کے قبائلی علاقوں میں امن وسکون غارت کرکے ایک تسلسل سے فوجی آپریشنز شروع کردیے گئے جس کے ردّعمل میں ملک بھر میں دہشت گردی کی آگ پھیل گئی اور ہزاروں افراد نے خودکش بم دھماکوں کی صورت میں پوری قوم کو دہشت وبربریت کا شکار کردیا۔ پاکستان کے شہروں اور گلیوں میں

www.KitaboSunnat.com

امریکی مفادات کی جنگ ۹ سال تک لڑی گئی۔ لال مسجد کی المناک شہادتیں اسی آمر وظالم کے فیصلوں کی وجہ سے رونما ہوئیں جس میں سینکڑوں معصوم بچیوں کو فاسفورس بموں سے زندہ پگھلا دیا گیا۔ ۶ لاکھ پاکستانیوں کو اِسی کے کئے ہوئے معاہدوں کی بنا پر اپنے ہی ملک میں شرمناک ہجرت پر مجبور ہونا پڑا۔ الغرض اپنے نوسالہ عرصۂ اقتدار میں اس نے اسلام اور پاکستان کو جس قدر نقصان پہنچایا، اس کی تلافی میں برسوں نہیں، عشرے صرف ہوں گے.....!

پرویزی اقتدار سے 'مشرف' ہونے سے قبل پاکستان کو میسر عالمی حیثیت اور واحد مسلم ایٹمی قوت ہونے کا وقار وطن کے ہی ایک 'محافظ جرنیل' نے اپنے اَرزاں مفادات کے لئے خاک میں ملا دیا۔ اسلام کے حوالے سے درجہ اعتبار پر متمکن ایک مملکت کو ایک شخص اپنے چند روزہ اقتدار کے لئے دنیا بھر میں رسوا کرتا رہا اور آج جب وہ خود رخصت ہوا ہے تو اس کے زیر ہدایت ہونے والے اقدامات کے طفیل پاکستان کا تعارف ایک دہشت گرد ملک کے طور پر کیا جاتا ہے جس میں امن وامان اور ترقی واستحکام کا کوئی شائبہ بھی موجود نہیں ہے۔ اور کیفیت یہ ہے کہ ۲۱ویں صدی میں وقار سے داخل ہونے کی اُمنگ رکھنے والی قوم ہلاکتوں، ہوش ربا گرانی، تاریکیوں اور ذرائع توانائی کی قلت کے لحاظ سے اَب دنیا بھر میں پہچانی جاتی ہے۔

❁ عالمی قوتوں نے ہمیشہ اپنے مہروں کے ذریعے اپنے مذموم مقاصد پورے کئے ہیں۔ ان کٹھ پتلیوں کے ذریعے سامراج ہمیشہ سے پس پردہ رہ کر اپنا ہدف حاصل کرتا رہا ہے، لیکن اُن کی یہ چالبازی اُن کی چالاکی ومکاری سے زیادہ نام نہاد مسلمانوں کی غداری اور ذاتی مفادات کی رہینِ منت رہی ہے۔ عالم اسلام کا باوقار اور عسکری اعتبار سے نمایاں ترین ملک جس طرح ایک چھوٹے شخص کے ذاتی مفادات کا اَسیر رہا ہے، اس کا معمولی جائزہ بھی عبرت آموز ہے۔

نائن الیون کے بعد امریکہ نے عالم اسلام کو جس جنگ میں جھونکا تھا، اور اس کے خلاف ظلم وستم کا بازار گرم کردیا تھا، اس دہشت وبربریت کے دور میں مسلم ممالک کے کسی اتحاد کی شدید ترین ضرورت تھی جو اس سلسلہ کے سامنے کوئی رکاوٹ نہ سہی تو کم از کم آوازِ احتجاج ہی بلند کرسکتا۔ اپنی غیر معمولی جغرافیائی حیثیت اور عسکری صلاحیتوں کے باوصف اس نوعیت کے کسی بھی اتحاد میں پاکستان کو نظر انداز کئے بنا چارہ نہیں تھا۔ لیکن ایک ادنیٰ شخص نے اپنے حقیر مفادات کے لئے پاکستان کو امریکہ کی فرنٹ لائن سٹیٹ، درحقیقت زرخرید لونڈی بنا کے رکھ دیا

www.KitaboSunnat.com

جس کے دام آج تک وصول کئے جارہے ہیں۔اور اس طرح ایک شخص کی چند کروڑ ڈالر قیمت ادا کرکے دنیا کی نام نہاد سپر قوت امریکہ نے پورے عالم اسلام کے مدافعانہ ردّعمل کو کنٹرول کئے رکھا۔ نامعلوم ہمارے یہ ایجنٹ حکمران اس مکروہ کردار کو ادا کرتے ہوئے صدام حسین جیسے ماضی کے امریکی ایجنٹ کا عبرت ناک انجام کیوں بھول جاتے ہیں.....!!

ایسے حکمران ہمیشہ سے اپنی رعایا کے لئے باعثِ ذلت ہوتے ہیں، جن کی قوت واقتدار کا انحصار ملک کے اندر کی بجائے دیگر خارجی عناصر پر قائم ہو۔ عالمی سیاست کے کھلاڑیوں کے لئے یہ سنہرا موقع ہوتا ہے کہ وہ ایسے قابض حکمرانوں کو وقتی سرپرستی کا جھانسا دے کر اُنہیں اپنے مفادات کے مطابق استعمال کرنے کی سفارت کاری کریں۔اس اعتبار سے مستقبل میں بھی عالمی قوتوں کو ایسے ہی افراد کی ہردم تلاش رہے گی اور وہ ان کی حمایت کو بے تاب نظر آئیں گے جو اپنے عوام کی بجائے ان کی تائید سے تقویت حاصل کرنے پر انحصار کریں۔لیکن غیروں کی یہ سرپرستی درحقیقت اپنی اور اپنے مادرِ وطن کی ہلاکت وتباہی کا شارٹ کٹ راستہ ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ پرویزی دور کے ابتدائی سال نسبتاً پرسکون نظر آتے ہیں لیکن اپنے انجام کی طرف بڑھتے بڑھتے ان کے زیرِ سرپرستی ایسے اقدامات میں روز بروز شدت پیدا ہوتی نظر آئی جن کا فائدہ آخر کار ملک کی بجائے دشمنوں کو حاصل ہوا۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ عالمی سیاسی کھلاڑی ایسے حکمرانوں کا اپنے اوپر انحصار بڑھاتے ہوئے آہستہ آہستہ اہل وطن سے اُنہیں اس قدر دور کردیتے ہیں کہ ان کی حیثیت ایک قابض وغاصب حکمران سے زیادہ نہیں رہتی!! غور کیجئے، کیا افغانستان، وزیرستان، سوات، قبائلی علاقہ جات، حدود قوانین اور پھر لال مسجد کے لہو رنگ المیے کسی ایسے شخص سے صادر ہوسکتے ہیں جو ارضِ وطن سے ادنیٰ محبت اور مناسبت بھی رکھتا ہو۔

❁ جب اہلیت نہ رکھنے والے افراد اقتدار کو غصب کرلیں تو اس وقت ملک کے ہر طبقے میں جہاں بدمختی، کاہلی اور دوسروں کے حقوق غصب کرنے کی ایک نئی ریت پروان چڑھتی ہے وہاں خوشامدی اور چاپلوسی کرنے والے عناصر بھی نمایاں ہوکر پورا معاشرتی ماحول تباہ وبرباد کردیتے ہیں۔مشرف کی نااہلی اور بدانتظامی، خودغرضی اور اقتدار پرستی، سپر قوتوں کی ایجنٹی اور اہل وطن سے ظلم وبربریت کے تذکرے آج ہر فرد کی زبان پر ہیں، لیکن اس سے کچھ عرصہ قبل ہمارے ذرائع ابلاغ اور قوم کی نمائندگی کرنے والے افراد اس کی تعریف کرتے تھکتے نہیں تھے، بلکہ

www.KitaboSunnat.com

دوسروں کو بھی دھوکہ میں رکھنے کے لئے جابجا مغالطے دیا کرتے تھے۔قوم کے ان نمائندگان کا 'چلو تم ادھر کو، ہوا ہو جدھر کی' کا یہ ناروا ڈھنگ اور ابن الوقتی کا مکروہ کردار تعمیری قومی رویوں اور مثبت رجحانات کے لئے زہر قاتل ثابت ہوتا ہے۔

یہ خوشامدی اور ابن الوقتی صرف چند سیاست زدہ افراد کی شناخت نہیں بنتی بلکہ پاکستان ایسے ملک میں میڈیا کے بعض معتبر اور بڑے ادارے بھی چاپلوسی کے سایۂ عافیت میں پناہ ڈھونڈ کر درپیش بحران میں کوئی کمی لانے کی بجائے اس کی شدت میں کئی گنا اضافہ کرنے کے مجرم بننا ہی پسند کرتے ہیں۔اس وقت میڈیا کا یہ کردار اس کے مقصدِ وجود سے بالکل متضاد نظر آتا ہے کہ وہ حکومت کی کارکردگی پر تھرمامیٹر کا اہم منصب سنبھالتا ہے۔

جب ہر عام وخاص شخص ایک واضح نتیجے پر پہنچ جائے اور منصب پر قابض شخص منظر سے غائب ہوجائے تو اس وقت سخت تبصرے کرنا کوئی بہادری نہیں بلکہ اخلاقی گراوٹ ہے۔وہ لوگ جو عوام سے بہت زیادہ معلومات اور ملکی مسائل پر گہرا درک رکھتے ہیں، ان کا فرض یہ ہے کہ اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے عظیم کردار پر کوئی مفاہمت قبول نہ کریں اور ان کے مقام ومنصب کا یہ بنیادی تقاضا بنتا ہے۔کسی قوم کے اجتماعی زوال میں ایسے عناصر کا کردار بہت نمایاں ہوتا ہے، اور بدقسمتی سے ہم لوگ اس سلسلے میں کوئی قابل تعریف مثال پیش نہیں کرسکے۔

❁ یوں تو پاکستان کا موجودہ منظرنامہ بھی ہماری بداعمالیوں کے سبب ماضی سے مختلف نہیں بلکہ اس سے سنگین تر ہی نظر آتا ہے۔لیکن فی الوقت اس سے صرفِ نظر کرتے ہوئے پرویزی دور کے پیدا کردہ مسائل تک ہی ہم محدود رہتے ہیں:

پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں پاکستان کی نظریاتی اساس خصوصی طور پر ہدفِ تنقید بنی رہی اور ان برسوں میں نظریاتی کشمکش زوروں پر رہی۔مشرف کی تقریروں میں دین سے وابستہ طبقہ خصوصی عنایتوں کا مستحق ٹھہرتا۔ہر خطاب میں راسخ فکر مسلمانوں کو آڑے ہاتھ لینا اور اُنہیں تنبیہ وتلقین کرنا اس کا معمول تھا۔ملک بھر کے میڈیا میں پرویز کی زیرسرپرستی یہ مہم جوئی نمایاں الفاظ میں شائع ہوا کرتی۔۹ برس تک لگاتار یہ نظریاتی کشمکش برپا کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ آج اسلام خود اپنے نام پر حاصل کردہ سرزمین میں اجنبی نظر آتا ہے۔مساجد ومدارس کو عوامی سطح پر دہشت گرد قرار دلوانے میں اسلام دشمن قوتوں کو کامیاب پیش رفت حاصل ہوئی ہے اور عام

www.KitaboSunnat.com

لوگ ان سے متنفر اور ایک فاصلے پر رہنا پسند کرنے لگے ہیں۔

دنیا بھر میں مسلمانوں بالخصوص اہل پاکستان کو دہشت گردی کے سنگین الزام کا سامنا کرنا پڑتا ہے حتیٰ کہ یہاں تک کہا جانے لگا ہے کہ جب تک اللہ کی کتاب موجود ہے، اس وقت نعوذ باللہ دنیا میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔لیکن کیا اہل پاکستان یہ ماننے کو تیار ہیں کہ دنیا بھر کے میڈیا کا یہ دعویٰ درست ہے اور فی الحقیقت اسلام اور دہشت گردی دو مترادف الفاظ ہی ہیں۔ظاہر ہے کہ کوئی مسلمان بھی اس نظریہ سے کسی طرح اتفاق نہیں کرسکتا اور وہ خود اپنے نظریات ومعمولات کی بنا پر جانتا پہچانتا ہے کہ وہ عالمی دہشت گردی کا شکار تو ہے لیکن خود مکمل طور پر امن پسند ہے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ مسلمان اپنے بارے میں عالمی میڈیا کے اس الزام کو ماننے کو تیار نہیں تو کیا وجہ ہے کہ اسی صہیونی میڈیا کے مسجد ومدرسہ کے بارے میں الزام تراشی سے وہ متفق ہونے کا میلان رکھتا ہے؟ یہاں وہ عالمی میڈیا کے اس دعوے دہشت گردی کو الزام واتہام باور کرنے کی بجائے یہ ماننے کا رجحان کیونکر رکھتا ہے کہ اس الزام میں کوئی نہ کوئی صداقت ضرور موجود ہے کہ اہل مدرسہ میں دہشت گردی کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔آخر اس فکری تناقض اور ثنویت کی اساس اور جواز کیا ہے؟ اگر وہ اپنی قریبی مسجد ومدرسہ میں جاکر اور وہاں چند گھنٹے رہ کر خود جائزہ لینے کی کوشش کرے تو اس پر چند لمحوں میں نہ صرف اس الزام کی حقیقت آشکارا ہوجائے بلکہ وہ اس وجہ تک بھی بآسانی پہنچ جائے کہ عالمی قوتیں مسلمانوں کا مسجد واہل مسجد سے تعلق کمزور کرنے کے لئے ہی یہ سارا پروپیگنڈا کرتی ہیں۔

❁ اس سلسلے میں ایک ملاقات کا تذکرہ کرنا مناسب ہوگا، رمضان المبارک سے ہفتہ بھر قبل ایک عالم دین مفتی عظمت اللہ بنوی راقم سے ملنے جامعہ لاہور الاسلامیہ میں تشریف لائے۔ موصوف شمالی وزیرستان کے سب سے بڑے دینی مدرسہ 'جامعہ المرکز الاسلامی' کے سابق مہتمم مولانا سید نصیب علی شاہ کے معاونِ خاص اور مجلّہ 'مباحثِ اسلامیہ' بنوں کے مدیر مسئول ہیں۔ ان سے میں نے وزیرستان میں جاری عسکری کاروائیوں اور مزعومہ اہل دین کی باہمی چشمک کے بارے دریافت کیا۔دوسروں کی طرح راقم بھی میڈیا میں شائع ہونے والی خبروں سے متاثر ہوکر اس بارے میں فکرمند تھا کہ دو مختلف دینی پس منظر رکھنے والے لوگ آپس میں ہی کیوں برسرپیکار ہوگئے ہیں.....؟

www.KitaboSunnat.com

اُنہوں نے فرمایا کہ وزیرستان سے ان کا مدرسہ چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور یہ اس علاقے کا سب سے بڑا مدرسہ ہے جس میں ۱۴۰۰ر طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ لیکن اس علاقے میں جاری شورش میں اس مدرسہ اور وہاں کے علما وطلبا کا کوئی کردار نہیں بلکہ وہ اس ساری کشمکش میں برسرپیکار عناصر کو سرے سے جانتے ہی نہیں۔ عرصہ دراز سے اس علاقے میں رہنے اور کام کرنے کے باوجود شمالی وزیرستان کے مجاہدین اور قائدین نہ صرف ان کے لئے سرے سے اجنبی ہیں بلکہ وہ لوگ ایک دو بار تو خود ان کو قتل کے ارادے سے لے گئے تھے جہاں اُنہوں نے بڑی مشکل سے اپنی جان بخشی کرائی۔ ان کا کہنا تھا کہ جنگی کاروائیاں کرنے والوں کی اسلامی وضع قطع اور داڑھیاں متعدد موقعوں پر جعلی ثابت ہوچکی ہیں۔ اور یہ تمام معرکہ آرائی خود ساختہ ہے جس میں مدمقابل سے چند ایجنٹ داخل کرکے گولہ باری اور فائرنگ محض اس لئے کردی جاتی ہے تاکہ ان کے خلاف جارحیت کا جواز مل سکے۔ ان کے خیال میں اس سلسلے میں ازبکستان سے آئے ہوئے لوگوں کا کردار کافی غور طلب ہے جو ڈالروں کے لئے اس علاقے کو عملاً جنگ میں جھونک رہے ہیں۔ یہاں ایجنسیاں بالکل وہی حکمت عملی آزما رہی ہیں جیسا کہ لال مسجد سے چند فائر ہوجانے اور کلاشنکوفوں سے مسلح افراد کو میڈیا میں اس مقصد سے نمایاں کیا گیا تاکہ ان معصوم خواتین کے خلاف سنگین اِقدام کا جواز مل سکے۔ مفتی صاحب کا تاثر یہ تھا کہ ان علاقوں میں گہری عالمی سازش کام کررہی ہے جس کے مذموم مقاصد میں پاکستان کے وجود کے لئے مشکلات پیدا کرنا اور اس کے نقشہ میں تبدیلی لانا شامل ہے اور ہم اپنے جملہ متعلقین اور طلبہ وعملہ کو اس قسم کی تمام کاروائیوں سے مکمل پہلوتہی کرنے کی شدت سے تلقین کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا صورتحال سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت جہاں اس معرکہ آرائی کے فوری خاتمے اور پرامن مفاہمت کی فوری ضرورت ہے، وہاں اہل وطن کو اس خانہ جنگی کے اصل حقائق سے آگاہ کرنا بھی وقت کی پکار ہے اور یہ کام میڈیا کے مختلف پرائیویٹ چینل براہِ راست بخوبی کرسکتے ہیں۔ اپنے حقیقی دوستوں اور دشمنوں کی پہچان کے بعد ہی ان کے بارے میں صحیح منصوبہ بندی اور رائے عامہ ہموار کی جاسکتی ہے۔ اس سلسلے میں سرکاری ایجنسیوں یا عالمی میڈیا پر انحصار کرنے کی بجائے براہِ راست حقیقی صورتحال سے عوام کو آگاہ کرنا انتہائی ضروری ہے۔

پاکستان اس وقت عالمی سیاست کا اکھاڑا بنا ہوا ہے۔ ہم عالمی سیاست کر نہیں رہے، لیکن

www.KitaboSunnat.com

عالمی سیاست کا شکار ہیں، مزعومہ دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ ہماری سرزمین پر لڑی جارہی ہے بلکہ افغان وزیر خارجہ نے تو زبان سے کہہ بھی دیا ہے کہ دہشت گردی کی عالمی جنگ افغانستان کی بجائے پاکستان میں لڑی جانی چاہئے۔ ایسے جنگی حالات میں میڈیا کا کردار بہت اہم ہوجایا کرتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہمارے بیسیوں ٹی وی نیوز چینل ہمیں دن رات دنیا بھر کی خبریں تو پیش کرتے رہتے ہیں لیکن ہمارے پہلو میں افغانستان میں امریکی اور اتحادی افواج کی مسلسل ہزیمت اور مجاہدین کی کامیابیوں کی تفصیلات سے ہمیں آگاہ کرنے سے قاصر ہیں۔ دنیا بھر کا چبایا ہوا اِبلاغی جھوٹ اور زہر تو ہمارے کانوں میں بلاکم وکاست اُنڈیل دیا جاتا ہے لیکن خود ہمارا قومی وملی میڈیا اپنے تئیں حالات کا کوئی جائزہ نہیں لیتا.....!!

❁ یاد رہے کہ واقعاتی کشمکش سے قبل نظریاتی شکست وریخت کے مراحل آتے ہیں۔ مشرف کے جبر وتسلط کے دور میں ملک کے ہر اُس ادارے کو نشانہ بنایا گیا جو مشرف کے اقتدار کی راہ میں رکاوٹ نظر آیا۔ اس سلسلے میں سیاستدانوں سے لے کر عدلیہ کے معتبر ترین افراد تک بھی معتوب ٹھہرے، لیکن نظریاتی طور پر اسلام اور اس کے نام لیوا علماے کرام لگاتار طنز واستہزا کا نشانہ بنے رہے۔ مشرف کے منظر نامے سے ہٹنے کے بعد جہاں عدلیہ کا اِحیا ہورہا ہے، وہاں مسلمانوں کے نظریاتی محافظ اہل دین کے کردار کو اِلزامات واِتہامات سے پاک کرنا بھی اشد ضروری ہے۔ یہ مطالبہ بڑے زور وشور سے دہرایا گیا کہ عدلیہ کو ۳؍نومبر ۲۰۰۷ء والی حیثیت پر بحال کیا جائے۔ دنیا بھر میں عدلیہ کی بحالی کے لئے مظاہرے اور جلسے ہوئے، عالمی اداروں نے اس مشن کے قائدین کو داد وتحسین پیش کرتے ہوئے اُنہیں مختلف اِعزازات سے نوازا، لیکن اسلام اور اہل اسلام کو درپیش جارحیت کا مداوا اور اس کا سدباب کرنے کی کسی کو کوئی فکر نہیں۔

علماے کرام کی واحد متاع عوام میں ان کا منصب ووقار ہے، جس کے بل بوتے پر وہ معاشرے میں مصلحانہ کردار انجام دیتے ہیں اور یہی وقار اگر داؤ پر لگ جائے تو پھر کوئی نظم ان کے منصب کو تحفظ دینے پر قادر نہیں۔ اس وقار ومنصب پر اگر زد پڑ جائے تو اس کی بحالی کی ذمہ داری دنیا بھر میں کسی کے پاس نہیں بلکہ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اس وقار واعتبار کو مزید زائل کردیا جائے۔ اس شکوہ کے بعد ہمارے پاس اس کے سوا اور کیا سبیل باقی رہ جاتی ہے کہ جہاں اہل دین اپنے کردار کو مزید معیاری ومثالی بنائیں، وہاں خود ہی عوام کو بھی ان سازشوں سے آگاہ کریں۔

www.KitaboSunnat.com

❁ مشرف کے دورِ حکومت میں پاکستان کے اسلامی قوانین بھی خصوصی ہدف بنے رہے۔ سیاستدانوں کو اپنے مفادات کے لئے سترھویں ترمیم اور ۵۸ ٹوبی کے خاتمے کی شرطیں رکھنے کی توفیق تو اَرزانی ہوئی، لیکن وہ اسلامی قوانین جن کا حلیہ بگاڑ کر بے حیا معاشرت کو ملک میں فروغ دیا گیا، ان کو لوٹانے کی فکر کسی کو نہیں۔ ۹ سالہ دورِ اباحیت میں قتل غیرت، سزائے موت، حدِ زنا اور حدِ قذف اور توہین رسالت ﷺ کے قوانین میں اس نوعیت کی تبدیلیاں کی گئیں کہ ان کا اصل جوہر اور قابل عمل ہونے کا امکان ہی معدوم ہوگیا۔

ایک شخص نے اپنے من مانے مقاصد کے لئے دستور کا حلیہ اس حد تک بگاڑا کہ دستور باہمی تضادات کا شکار ہوکر رہ گیا۔ میثاقِ جمہوریت میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ دستور پاکستان کو اکتوبر ۱۹۹۹ء والی حیثیت پر بحال کیا جائے گا، لیکن عملاً اس معاہدے سے بھی گریز کیا جارہا ہے۔

جہاں تک مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کی بات ہے تو اس وقت برسراقتدار پیپلز پارٹی ماضی میں خود اس قانونی شکست وریخت کے اَسباب کا اہم کردار رہی ہے حتیٰ کہ موجودہ وزیر داخلہ شیری رحمٰن نے حدود اور قتل غیرت کے قوانین میں تبدیلی کو اپنے سنہرے کارنامے قرار دیا تھا، سزائے موت کے خاتمے کو موجودہ وزیراعظم نے اپنا اعزاز باور کرایا۔ ان حالات میں بظاہر ایسا ممکن نظر نہیں آتا کہ حکومتِ وقت ان قوانین کو دوبارہ اسلام سے قریب تر کرنے کے جرات مندانہ اِقدامات بروے کار لائے۔

البتہ جمعیت علمائے اسلام ف نے آصف زرداری کی صدارت کی حمایت کو اس امر سے مشروط قرار دیا تھا کہ اگر وہ سرحدی علاقہ جات میں مفاہمت، جامعہ حفصہ کی تعمیر نو اور حدود قوانین میں مطلوبہ تبدیلی کا وعدہ پورا کرتے ہیں تو اس صورت میں وہ ان کی صدارت کے حق میں ووٹ ڈالیں گے۔ بظاہر اس مطالبے کی نقار خانے میں طوطی کی آواز سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں، یوں بھی محض وجہ جواز اور خانہ پری کے طور پر ان شرائط کو پیش کردیا گیا، نئے صدر کا انتخاب بھی ہوگیا اور ان شرائط کی طرف کوئی پیش رفت بھی نہ ہوئی۔ اب موجودہ حکومتی سیٹ اپ میں ان مسخ شدہ قوانین کا رجوع انتہائی مشکل امر معلوم آتا ہے، لیکن یہ ایسی چیزیں ہیں جو ملک کا مسلم تشخص قائم کرنے اور یہاں اسلامی معاشرت کو فروغ دینے کے لئے خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔

❁ ترقی یافتہ دنیا میں افراد نہیں بلکہ پالیسیاں اہم ہوتی ہیں، چہرے بدل جاتے ہیں، لیکن

www.KitaboSunnat.com

کسی ملک کے اہداف ومقاصد نہیں بدلتے۔ امریکہ کے عالم اسلام بالخصوص پاکستان کے بارے میں جو استعماری عزائم ہیں، ان میں تبدیلی کی توقع کرنا نادانی کے سوا کچھ نہیں۔ امریکہ کی شروع کردہ عالم اسلام کے خلاف مزعومہ دہشت گردی کی جنگ اب اس موڑ پر پہنچ رہی ہے کہ افغانستان وعراق کے بعد پاکستان میں اپنے مذموم مقاصد پورے کرنے پر توجہ مرکوز کی جائے۔ اس حوالے سے عالم اسلام میں پاکستان اور پاکستان میں دینی ادارے اور جماعتیں یا ایم ایم اے جیسی سیاسی قوتیں اپنی تمام تر کمزوری کے باوجود ان کے لئے پریشانی کا خصوصی سبب ہیں۔ گذشتہ برس جولائی کے اخبارات میں امریکہ کے متوقع صدر باراک حسین اوباما کا پاکستان کے بارے میں یہ بیان شائع ہو چکا ہے:

''اصل میدانِ جنگ عراق نہیں، پاکستان ہے۔ امریکہ وہاں القاعدہ پر بلا جھجک حملے کرے۔ اگر وہ صدر منتخب ہوگئے تو عراق سے فوجیں نکال کر حقیقی میدانِ جنگ پاکستان بھیجیں گے، اس سلسلے میں اسلام آباد کے کسی احتجاج کی کوئی پرواہ نہیں کی جائے گی۔ پاکستان کو ہر صورت دہشت گردی کا خاتمہ کرنا ہوگا، وگرنہ وہ امریکی امداد کے خاتمے اور حملے کے لئے تیار رہے۔''

باراک اوباما، جارج بش کے بالمقابل ڈیموکریٹک پارٹی کے نامزد امیدوار ہیں۔ پاکستان پر جارحیت کے بارے میں صدر بش کی ری پبلکن پارٹی اور ان کے مقابل ڈیموکریٹک پارٹی دونوں میں کلی اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے جو امریکی عوام اور دانشوروں کی متفقہ رائے کا غماز ہے۔ اس بیان سے کم ازکم امریکی عوام کی خواہشات اور پالیسی سازوں کے رجحانات کا پوری طرح اندازہ ہو جاتا ہے جن کی پاسداری کی ضمانت دینا عہدۂ صدارت پر براجمان ہونے کے لئے ضروری ہے۔

پاکستان عالمی سیاست کے اسی جبر کا شکار ہے کہ عالمی طاقتوں نے مشرف کی رخصتی کو اسی شرط پر گوارا کیا ہے کہ نئی حکومت اس کے طے کردہ تمام معاہدے مکمل روح کے ساتھ پورے کرنے کی ذمہ داری قبول کرے۔ مشرف کے بعد پاکستان کا حالیہ منظر نامہ اس کی پوری تصدیق کرتا ہے۔ بظاہر ان چند دنوں کے حکومتی اقدامات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ پیپلز پارٹی عوام کو ریلیف دینے میں تو شاید کوئی کامیابی حاصل کرلے، لیکن عالمی سیاست کے مقاصد پورا کرنے میں وہ مشرف سے زیادہ تن دہی سے کوشش بروئے کار لائے گی۔ سرحدی علاقہ جات میں تسلسل

www.KitaboSunnat.com

سے ہر روز ہونے والا حملہ اسی رجحان کی نشاندہی کرتا ہے۔ داخلہ جیسی اہم وزارت کا مشرف کے قریبی ساتھیوں اور مشیر داخلہ پر ہی انحصار، اور پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کو ان کے ماتحت کرنے کا اِقدام سابقہ صورتحال کے تسلسل کی ہی غمازی کرتے ہیں۔

لیکن یاد رہے کہ جب تک پاکستان کی سرحدوں کے اندر غیروں کی یہ دراندازی اور پاکستان کی سالمیت کے خلاف حملے جاری رہیں گے، تب تک پاکستان میں امن وامان اور اس کے نتیجے میں معاشی ترقی کے خواب چکنا چور ہوتے رہیں گے۔ معاشی ترقی کی صورتحال تو یہاں تک جا پہنچی ہے کہ امن وامان اور عدم استحکام کی ناگفتہ بہ صورتحال کی بنا پر بڑے بڑے سرمایہ کار حتیٰ کہ عام صارف بھی کاروبار اور بنکوں سے اپنی رقم نکلوا چکے ہیں اور صنعتوں کی بندش کی وجہ سے ملک میں بے روزگاری کا طوفان آنے کے امکانات بڑھتے جارہے ہیں۔

❁ ملک کی موجودہ سیاسی صورتحال اور زرداری جیسے شخص کا عہدۂ صدارت پر براجمان ہونا خود ہمارے اَعمال کا نتیجہ ہے۔ اگر آج قوم نے پنجاب کی طرح ملک بھر میں باکردار اور محبِّ دین وملت قوتوں کو اپنا اعتماد دیا ہوتا، بے نظیر بھٹو کے قتل کی بنا پر ہم دردی کا ووٹ ایسی جماعت کو نہ دیا ہوتا، جس میں بے نظیر خود بھی موجود نہیں ہے تو آج ملک کی سیاسی صورتحال بالکل مختلف ہوتی.....!!

افسوس کہ عوامِ پاکستان کے حاصل کردہ اعتماد کی بنا پر آج ایسے لوگ پاکستان کے سیاہ وسفید کے مالک بن چکے ہیں جو باہمی مفاہمتوں کی پیداوار ہیں۔ چند ماہ قبل مشرف نے مفاہمتی آرڈیننس کی بنا پر بے نظیر اور زرداری کی اربوں ڈالر کی خورد برد معاف کرکے اُنہیں قومی سیاست میں آنے کی اجازت دی اور آج زرداری نے اسی مشرف پر اَربوں ڈالر کی خورد برد کا الزام لگا کر اس کو معافی اور باز پرس نہ ہونے کی ضمانت دے رکھی ہے۔ اگر زرداری نے مشرف پر یہ الزام لگایا تھا، تو پھر قومی دولت کو لوٹنے والوں کا احتساب کرنا ان کا فرض بنتا ہے، وگرنہ اپنی غلط بیانی اور کردار کشی کا قوم کو جواب دیں۔ افسوس کہ وہ لوگ اسلامیانِ پاکستان کی قسمت کے رکھوالے بن گئے ہیں جنہیں نہ تو کسی عہد کا پاس ہے اور نہ قومی وقار وسلامتی کا۔ ان حالات میں ربِّ کریم کی رحمت ہی کوئی معجزہ دکھا سکتی ہے، وگرنہ ملکی حالات ایک سال کے اندر اندر ایک اور فوجی جرنیل کو وطنِ عزیز پر قبضہ کی دعوت دے رہے ہیں!! (حافظ حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com

دفاعِ حدیث

حافظ محمد سمیع اللہ فراز☆

ذخیرۂ حدیث کی ازسرنو تدوین وتعبیر نو؟

حکومتِ ترکی کا 'اصلاحِ حدیث' کے نام پر ایک اور سیکولر اقدام

انسانی ذہن پر مادیت کے پردے جس قدر دبیز ہوتے جارہے ہیں، مذہب کے حوالہ سے طرح طرح کے فتنے ظہور میں آرہے ہیں۔ زیغ وضلال، زندقہ والحاد، گمراہی اور بے دینی کے داعی جدید سائنسی اُسلوب اور منطقیت کو بنیاد بنا کر مذہبی روایات اور شرعی احکام پر تیشہ تنقید تیز کرتے اور نشرواشاعت کے جدید طرق سے اپنے مزعومہ ومذمومہ افکار کے زہریلے اثرات مسلم اُمہ میں پھیلا رہے ہیں۔ کم علمی کے باعث جو فرد ان کے پھندہ میں پھنس جاتا ہے وہ کافر یا اُن کا مؤید بن کر کفر کا داعی بن جاتا ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا: دعاة إلى أبواب جهنم مَن أجابهم إليها قذفوه إليها[1]

''دوزخ کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے۔ جو شخص ان کی دعوت کو قبول کرے گا، اُسے دوزخ میں پہنچا کر چھوڑیں گے۔''

انہی فتنوں میں سے ایک عظیم فتنہ 'فتنۂ انکارِ حدیث' ہے جو فکری لحاظ سے اسی قدر قدیم ہے جس قدر روایتِ حدیث۔ تاہم دورِ جدید میں یہ فتنہ جدید اُسلوب اختیار کرچکا ہے اور سائنسی، کلامی اور منطقی بنیادوں کو استعمال کرتے ہوئے ذخیرۂ حدیث کو مشکوک، نامکمل اور تہذیب حاضر کا مخالف قرار دینے کی تگ ودَو میں مصروف ہے۔ حدیث کے دورِ تدوین سے لے کر گذشتہ صدی کے اَواخر تک 'انکارِ حدیث' اس فتنہ کا یک نکاتی فکری محور تھا، لیکن جب اُنہوں نے دیکھا کہ اُمت کے اس اِجماعی سرمایہ کا ضیاع محض انکار سے ممکن نہیں تو اُنہوں نے اس کو جدید قالب میں ڈھالتے ہوئے 'اصلاحِ حدیث' کے نام سے سرگرمی شروع کردی ہے۔ جس کا

☆ 'ریسرچ کونسل فار اسلامک سائنسز' مرکزی جامع مسجد فیز II، ڈیفنس، لاہور

[1] صحیح بخاری: ۳۶۰۶

www.KitaboSunnat.com

ماحصل یہ ہے کہ قدیم علم الکلام اوراسلام کا روایتی فلسفہ اسلام کی تعبیر میں ناکام ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس کے لیے جدید کلامی بنیادیں استوار کرنا اور حدیث کی ازسرنو تدوین وتشریح کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس کا حالیہ ثبوت ریاست ترکی کی انقرہ یونیورسٹی میں جاری 'حدیث پروجیکٹ' ہے جو اپنے منہج، عزائم، پس منظر اور منفی اثرات کے لحاظ سے نہ صرف قابل غور ہے بلکہ فکری وکلامی بنیادوں پر اس منصوبہ اور تحریک کا ردّ بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔

اسلامی دنیا خصوصاً پاکستان میں اس منصوبہ کی آگاہی مہم اس لیے بھی ضروری ہے کہ ترکی اور پاکستان کے معروضی وفکری حالات ایک دوسرے سے کچھ مختلف نظر نہیں آتے، کیونکہ ہمارا برسر اقتدار طبقہ بالخصوص اور روشن خیال طبقہ بالعموم سیکولرازم کا بری طرح سے شکار ہو کر ترکی کی مذہبی پالیسیوں کا اپنے ہاں نفاذ کا خواہاں ہے۔

اگرچہ ترکی میں اس منصوبہ کا آغاز سال ۲۰۰۶ء سے ہو چکا تھا، لیکن اس منصوبہ کو مخفی رکھنے کی کوشش کے باوجود ۲۶ر فروری ۲۰۰۸ء میں پہلی بار اس کا انکشاف بی بی سی کے مذہبی اُمور کے نمائندہ رابرٹ پیگاٹ (Robert Pigott) کی رپورٹ کے ذریعہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے، اس منصوبہ کی تردید اور آگاہی مہم کے لئے یہ صفحات پیش کیے جارہے ہیں تاکہ اہل فکر ودانش اس ضمن میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے حفاظتِ حدیث کی ذمہ داری پوری کرسکیں۔

اس مقالہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: مبحثِ اوّل میں 'فتنہ انکارِ حدیث' سے فتنہ 'اصلاحِ حدیث' تک کا تاریخی پس منظر اور اس کے دفاع میں قدیم وجدید مساعی کا تذکرہ جبکہ مبحث دوم میں 'حدیث پروجیکٹ: پس منظر، تعارف، عزائم اور ممکنہ اثرات' کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ علمائے حدیث اس چشم کشا منصوبہ سے نہ صرف آگاہی حاصل کریں گے بلکہ فکری طور پر اس کے ردّ کے لئے ممکنہ کردار بھی ادا کریں گے۔

مبحثِ اوّل: فتنہ 'انکارِ حدیث' سے فتنہ 'اصلاحِ حدیث' تک

حدیث کی متداول دینی تعریف کے مطابق نبیؐ کے قول فعل اور تقریر کو 'حدیث' کا نام دیا جاتا ہے۔ تمام اُمت کا اجماع ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کی سنت مسلمانوں کی ہدایت کا اہم ذریعہ، شریعت کا دوسرا بڑا ماخذ اور زندگی کے جملہ اُمور میں قرآنِ مجید کے ساتھ مل کر ایک مکمل

www.KitaboSunnat.com

راہنمائی ہے۔ ارشاداتِ نبویہ کی تحریری حفاظت پر خود آنحضرت ﷺ نے لوگوں کی ہمت افزائی فرمائی اور اہل عرب جو برسوں سے اپنے کام کتابت کی بجائے حفظ، روایت اور زبانی کلام سے چلانے کے عادی تھی، ان میں تحریر کا شوق اُجاگر کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی وہ تنبیہات بھی پیش نظر رہنی چاہئیں جو آپ نے روایتِ حدیث کے سلسلہ میں ارشاد فرمائی ہیں:

''.....آپ نے صاف طور پر فرما دیا کہ جھوٹی روایت کرنے والا قطعی جہنمی ہوگا۔ یہ اس عہد کی بات ہے جب تعلیم وتربیت سے لوگ جنت ودوزخ کو ایک حقیقت مانتے اور آخرت کے عذاب کو سب سے بڑی مصیبت گردانتے تھے۔ آج کا ذہن اپنی بے باکی کے باعث شاید اسے اتنی اہمیت نہ دے، لیکن اس وقت کسی مسلمان کو دوزخ کی وعید سنانا اور اس دور کے انسان کے لئے اس سے بچنا ایک غیر معمولی تصور ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریمؐ نے حکمتِ پیغمبرانہ کے تحت حدیث کی نشرواشاعت کی تلقین [فرماتے ہوئے] اوراس میں جھوٹ کی آمیزش سے احتراز کی سخت تاکید فرمائی۔''②

آپ ﷺ کی طرف غلط الفاظ یا ان کی تعبیر منسوب کرنے سے متعلق ارشاد فرمایا:

«مَن كذب عليّ متعمّدًا فليتبوّأ مَقعده من النار» ③

''جو شخص قصداً جھوٹی بات میری طرف منسوب کرے، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔''

اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ کتابتِ حدیث کی اجازت نہ صرف آقا علیہ السلام نے خود مرحمت فرمائی بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اس کی کتابت وتدوین کے ضمن میں تنبیہات بھی ارشاد فرمادیں تاکہ ذخیرۂ حدیث کے ساتھ من گھڑت احادیث شامل نہ ہونے پائیں۔ منکرین حدیث اور دورِ حاضر کے نام نہاد 'مصلحینِ حدیث' کا یہ اعتراض کہ احادیث عہدِ نبویؐ کے تین سو سال بعد لکھی گئیں، تاریخ سے عدمِ واقفیت کی بدترین مثال ہے۔ اب ظاہر ہے کہ خود کو اہل قرآن کہنے والے جب قرآن میں کتابتِ حدیث یا عہد صحابہ وبعدہ کی سرگرمیاں ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے تو قرآن کی کسی آیت میں اس کا ذکر تو نہیں ملے گا اور نتیجتاً وہ اس کا انکار کردیں گے۔ لیکن تاریخ سے واقف ہر شخص یہ جانتا ہے کہ کتابتِ حدیث

② حفاظتِ حدیث از ڈاکٹر خالد علوی ص۱۲۰، ۱۲۱

③ صحیح بخاری: ۱۱۰

www.KitaboSunnat.com

تین سو سال بعد نہیں بلکہ عہدِ نبوی میں ہی آپ ﷺ کے روبرو ہوتی رہی:

عن أبي هريرة قال: ما من أصحاب النبي ﷺ أحد أكثر حديثاً مني إلا ما كان من عبد الله بن عمرو، فإنه كان يكتب ولا أكتب ④

''نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں مجھ سے زیادہ احادیث کا روایت کرنے والا کوئی نہیں ہے، سوائے عبداللہ بن عمرو کے..... کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔''

حضرت عبداللہؓ بن عمرو کا احادیثِ شریفہ کو لکھنا حضورِ اَقدس ﷺ کے ارشاد سے تھا۔ مستدرک حاکم کی روایت ہے کہ قریش نے حضرت عبداللہؓ بن عمرو سے کہا کہ تم حضورِ اقدس ﷺ کی باتیں لکھتے ہو حالانکہ آپ بشر ہیں، غصے ہوجاتے ہیں جیسے اور لوگ غصہ میں ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کی یہ بات سن کر حضرت عبداللہؓ بن عمرو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور قریش کی بات نقل کی، آپؐ نے اپنے دونوں لبوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

«والذي نفسي بيده ما يخرج مما بينهما إلا حق فاكتب» ⑤

''قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ان دونوں ہونٹوں سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا، لہٰذا تم لکھا کرو۔''

حضرت انسؓ بھی احادیث لکھا کرتے تھے اور حضورِ اقدس ﷺ کے بعد اپنے شاگردوں کو نقل کرنے کے لئے اپنی بیاضیں دے دیا کرتے تھے۔ ⑥

صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد تابعینؒ نے احادیث کی کتابی وصدری حفاظت کا غیر معمولی اہتمام کیا۔ احادیث کی جمع وترتیب، تدوین وتبویب اور تنقیح وتہذیب کا عظیم الشان کام اکابر علماے اُمت کے ذریعہ انجام پایا۔ روایاتِ ابو ہریرہؓ کا مجموعہ، صحیفۂ ہمام بن منبّہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص کی لکھی ہوئی حدیثیں جو باجازتِ نبوی تحریر کی گئیں، مکتوباتِ نبویہؐ، احکامِ زکوٰۃ سے متعلق حضرت علیؓ کے لئے لکھی گئی تحریر، الوثائق السیاسیة کے نام سے ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کا مرتب کردہ مجموعہ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا تدوینِ حدیث کی طرف متوجہ ہونا، امام ابن شہاب زہریؒ کے ذریعہ ذخیرۂ حدیث کے جمع کا ابتدائی اِقدام، مکہ میں ابن جریجؒ، مدینہ میں

④ صحیح بخاری: ۱۱۳

⑤ مستدرک حاکم: ۱۰۴/۱ ⑥ مستدرک حاکم: ۵۷۳/۳

www.KitaboSunnat.com

امام مالکؒ، بصرہ میں ربیع بن صبیحؒ اور دیگر متقدمین اہل علم کا کتابی صورت میں احادیث کو مرتب فرمانا؛ یہ سب وہ کوششیں ہیں جن کے ذریعہ احادیث کا مجموعہ محفوظ رہا۔

انسانی احتیاج کے پیش نظر مسموع کو مرقوم کردیا جاتا ہے، لیکن بذاتِ خود مسموع کو یہ احتیاج لاحق نہیں ہوتی۔اسی طرح ارشاداتِ نبویہ کی کتابت ایک انسانی حاجت وضرورت تھی نہ کہ خود علمِ حدیث کی۔اس اُصول کو نہ سمجھنے کی بنا پر علم حدیث کی ترتیب وتدوین پر شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں۔اگرچہ اس حقیقت سے انکار نہیں کہ ذخیرۂ حدیث کی تدوین کے دوران تمام تر احتیاط اور نبوی تنبیہات کے باوجود بعض دشمنانِ اسلام نے من گھڑت احادیث شامل کرنا چاہیں تاہم متقدمین محدثین نے من گھڑت روایات کو 'موضوعات' کے عنوان سے مرتب کرکے دودھ اور پانی کا فرق واضح کردیا۔تدوینِ حدیث کے ضمن میں محدثین کرام کے مسلمہ اُصول ہی اس بات کے ثبوت کے لیے کافی ہیں کہ وضعِ حدیث کا فتنہ نہ صرف اسی وقت دم توڑ گیا تھا بلکہ قیامت تک اس کا دروازہ بھی بند کردیا گیا۔

ان تمام تر مساعی کے باوجود، بعض ملحدانہ سوچ کے مالک افراد حدیث کی حجیت کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوئے اور اس کی روایت ودرایت پر اپنے ہی قائم کردہ مفروضوں کی بنیاد پر شکوک وشبہات کا بازار گرم کیے رکھا۔حدیث کی حجیت سے انکار کی یہ فکر 'فتنۂ انکارِ حدیث' کہلاتی ہے۔یہ فتنہ اگرچہ دورِ تدوین کے دوران کی پیداوار ہے تاہم اس کے بارے میں آنحضور ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک سے پیشین گوئی کردی تھی:

''حضرت مقدامؓ بن معدیکرب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسا ہوگا کہ ایک شخص اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا، اس سے میری حدیث بیان کی جائے گی تو کہے گا کہ ہمارے تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اس میں جو ہم حلال پائیں گے اسے حلال مانیں گے اور اس میں جو حرام بتایا گیا ہے، اسے ہم حرام سمجھیں گے۔(یہ فرما کر آنحضرت ﷺ نے اس بات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ) خبردار! جس چیز کو اللہ کے رسول نے حرام فرمایا ہے، وہ اِنہی چیزوں کی طرح حرام ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے''۔ ⑤

زبانِ نبویؐ سے اس فتنہ کی پیشین گوئی ہوجانے کے بعد اس کا ظہور یقینی تھا۔اسی کے پیش

⑤ سنن ابن ماجہ:۱۲

www.KitaboSunnat.com

نظر خود آنحضرت ﷺ، عہدِ صحابہ اور بعدازاں عہدِ تابعین وتبع تابعین میں بھی حدیث کی تہذیب وتحفیظ کا سلسلہ جاری رہا تاکہ کوئی خارجی قول، حدیثِ نبوی کی حیثیت اختیار نہ کرسکے۔لیکن ہٹ دھرم،ضدی اور قبولِ حق کی صلاحیت سے محروم شخص کے لئے،حق اپنی تمام تر حقانیت ووضاحت کے باوجود مشکوک ہی رہتا ہے۔ چنانچہ منکرینِ حدیث نے حدیث کو اس کی تمام تر حجیت، مربوط نظامِ تدوین، ثبوت کے عقلی ونقلی دلائل کے باوجود درخورِ اعتنا نہیں سمجھا اور اپنے لیے 'اہل قرآن' کا خوش نما لیبل منتخب کر کے عوام الناس کو مزید دھوکے میں مبتلا کردیا۔قرآن مجید سے ان لوگوں کا تعلق کس قدر اور انکارِ حدیث کا مقصد کیا ہے؟

◉ اس کے بارے میں مولانا عاشق الٰہی بلندشہری رقم طراز ہیں:

''[منکرین حدیث] سب کے سب قرآن کے جھٹلانے والے اور قرآن کے خودتراشیدہ معانی ومفاہیم کے خواہاں ہیں..... حدیث کا انکار درحقیقت آزادئ نفس کے لیے ہے اور انکارِ حدیث کی لپیٹ میں انکارِ قرآن بھی مضمر ہے۔ یہ لوگ عجمی سازش کا شکار ہیں۔''[8]

◉ جہاں تک اس تحریک کی علمیت کا سوال ہے تو مولانا یوسف لدھیانوی کی یہ رائے بہت صائب ہے کہ

''انکارِ حدیث کوئی علمی تحریک نہیں، یہ جہالت کا پلندہ ہے۔اس کا اصل منشا صرف یہی ہے کہ اب تک ایک ہی خدا کی عبادت اور ایک رسول ﷺ کی اطاعت کی جاتی تھی؛ لیکن اس نام نہاد ترقی یافتہ دور کے تعلیم یافتہ آزروں کو ہر روز نیا خدا چاہیے جس کی وہ پوجا کیا کریں، اور ہر بار نیا رسول ہونا چاہیے جو ان کے لئے نظامِ ربوبیت کی قانون سازی کیا کرے۔''[9]

◉ ایک دوسرے پہلو سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انکارِ حدیث دراصل انکارِ قرآن ہے۔ایک موقع پر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا:

''یہ تو میرے میاں (ﷺ) کا کمال تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ میرا کلام ہے، ورنہ ہم نے تو دونوں کو ایک ہی زبان سے صادر ہوتے ہوئے سنا تھا۔ جس طرح خدا اور رسول کے مابین عقیدے کے لحاظ سے تفریق نہیں ہوسکتی کہ ایک کو مانا جائے

---

[8] فتنہ انکارِ حدیث اور اس کا پس منظر از مولانا عاشق الٰہی بلندشہری: ص ۲۷، ۲۸

[9] انکارِ حدیث کیوں؟ از مولانا یوسف لدھیانویؒ: ص ۵

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرے کو نہ مانا جائے، بعینہٖ کلام اللہ اور کلام الرسول میں سے ایک کا انکار دوسرے کے انکار کو لازم کردے گا: ﴿فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾ ''پس اے نبیؐ! یہ لوگ آپ کے کلام کو نہیں ٹھکراتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کے منکر ہیں۔''

◉ مولانا محمد یوسف لدھیانوی 'فتنۂ انکار واصلاحِ حدیث' کے پس پردہ حقائق میں سے ایک عجیب نکتہ بیان فرماتے ہیں:

''اس فتنہ کے اُٹھانے والے ظالموں نے نہیں سوچا کہ وہ اس سوال کے ذریعہ نبی اکرم ﷺ کی ذات کو اعتماد یا عدمِ اعتماد کا فیصلہ طلب کرنے کے لیے اُمت کی عدالت میں لے آئیں گے۔ اُمت اگر یہ فیصلہ کردے گی کہ نبی کریم ﷺ کی بات (حدیث) قابل اعتماد ہے، تو اس کے مرتبہ کا سوال ہوگا اور اگر نالائق اُمتی یہ فیصلہ صادر کردیں کہ نبی کریم ﷺ کی کوئی بات (حدیث) آپ کے زمانہ والوں کے لیے لائق اعتماد ہو تو ہو؛ لیکن موجودہ دور کے تمدن اور ترقی پسند افراد کو نبی ﷺ کی کسی حدیث پر ایمان لانے کے لئے مجبور کرنا ملائیت ہے تو نبی کریم ﷺ کے خلاف عدمِ اعتماد کا فیصلہ ہوجائے گا۔ (معاذ اللہ، استغفر اللہ)

اگر دل کے کسی گوشے میں ایمان کی کوئی رمق بھی موجود ہے تو کیا یہ سوال ہی موجب ندامت نہیں کہ نبی ﷺ کی بات لائق اعتماد ہے یا نہیں؟..... تُف ہے اس مہذب دنیا پر کہ جس ملک کی قومی اسمبلی میں صدرِ مملکت کی ذات کو تو زیر بحث نہیں لایا جاسکتا لیکن اسی ملک میں چند ننگِ اُمت، آنحضرت ﷺ کی ذاتِ اقدس کو نہ صرف یہ کہ زیر بحث لاتے ہیں بلکہ زبان وقلم کی تمام تر طاقت اس پر صرف کرتے ہیں کہ اُمت رسول اللہ ﷺ کے خلاف عدمِ اعتماد کا ووٹ دے ڈالے۔ اگر ایمان اسی کا نام ہے تو مجھے کہنا ہوگا: ﴿بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ⑩

تاریخی پس منظر واسباب

ذات اَقدس ﷺ پر عدمِ اعتماد کی فکر اٹھارویں صدی عیسوی کے اوائل میں مغرب کے منصوبہ بند پروپیگنڈہ سے متاثر ہوکر ایک تجدد پسند طبقہ کی صورت میں ظاہر ہوئی جس نے حدیث سے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرکے 'انکارِ حدیث' کے نظریے کو فروغ دیا۔ یہ وہ طبقہ تھا

⑩ 'انکارِ حدیث کیوں؟' از مولانا یوسف لدھیانوی: ص ۷

www.KitaboSunnat.com

جس کی نظر میں زندگی کے ہر شعبے میں مغرب کی نظریاتی غلامی ہی ترقی کی اصل علامت ہے۔

مصر میں طٰہٰ حسین، توفیق صدقی، محمود ابو ریہ اور ترکی میں ضیاء کوک الپ اس طبقہ کے سرکردہ رہنما قرار دیے جاسکتے ہیں، بعد میں جن لوگوں نے اس فتنہ کو ایک تحریک کی شکل دی اور اس سلسلہ میں شبہات کو تقویت دی، وہ ان ہی کے خوشہ چیں تھے۔ اگرچہ اس تحریک کے بعض ارکان نے صراحۃً حدیث کا انکار کرنے کی بجائے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جہاں کوئی حدیث اپنے مدعا یا عقل کے خلاف نظر آئی، اس کے بارے میں کہہ دیا کہ حدیث قابل استدلال نہیں، اس کی صحت کا انکار کردیا، خواہ اس کی سند کتنی ہی قوی کیوں نہ ہو۔ برصغیر میں عبداللہ چکڑالوی اور اسلم جیراج پوری نے اس فتنہ کو ہوا دی، یہاں تک کہ غلام احمد پرویز نے اس کی باگ دوڑ سنبھالی اور اسے ایک منظّم نظریہ کی صورت دی۔ جبکہ دورِ حاضر میں غامدی فکر، بعض معمولی تبدیلیوں اور خصوصی احتیاط کے ساتھ، اسی تحریک کا نظریاتی ترجمان ہے۔

رہا یہ سوال کہ آخر وہ کون سی مجبوریاں تھیں جن کے باعث ان افراد کو اجماعِ امت کے خلاف یہ راستہ اختیار کرنا پڑا۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی چار وجوہات بیان کرتے ہیں جن میں سے کوئی ایک وجہ ضرور محرک ہوا کرتی ہے:

اوّل: اسلامی سرمایہ کے حقائق سے عدمِ واقفیت اور اسلام کے اساسی مصادر سے مطالعہ نہ کرنا

دوم: مستشرقین کے نام نہاد سائنٹفک تحقیقی منہاج سے مرعوبیت

سوم: اتباعِ علما کے دائرہ سے نکل کر آزاد وروشن خیالی کے ذریعے شہرت ونمود کی خواہش

چہارم: فکری بے راہ روی [11]

رہے منکرین ونام نہاد مصلحینِ حدیث کے اعتراضات، تو یہ بحث ہمارے اس موضوع سے باہر ہے، اس کے لیے 'حجیتِ حدیث' کے عنوان سے مستقل کتب ملاحظہ ہوں۔ تاہم ہمارے لیے یہ بات اہم ہے کہ علم حدیث کے ارتقا کے ساتھ ساتھ اس پر اعتراضات اور شکوک وشبہات بھی بدلتے رہے۔ اوّلاً کلامی انداز میں حدیث اور اس کے مقام کو چیلنج کیا گیا، بعدازاں راویانِ حدیث کی شخصیت کو مشکوک ٹھہرایا گیا اور یہ دعویٰ کیا گیا کہ ذخیرۂ احادیث

[11] السنة ومكانتها في الشرع الإسلامي از ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی، ص۴

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کے تین سو سال بعد مرتب کیا گیا۔ اب جدید دور میں یہ دعویٰ کیا جارہا ہے کہ

''حدیث، دورِ حاضر کے مسائل کو حل کرنے میں ناکام ہوچکی ہے، چنانچہ ذخیرۂ حدیث میں سے ایسی روایات کا اِخراج یا پھر ان کی دورِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ تعبیر وتشریح کی جائے تاکہ مغرب کے سامنے اِسلام کی جامعیت مشکوک نہ ہوسکے۔ اس کے پیش نظر ذخیرۂ حدیث کی ازسرنو تدوین وقت کی اہم ضرورت ہے، کیونکہ زمانۂ ماضی میں بعض سیاسی اور تمدنی ضرورتوں کے لیے روایات مندرج کردی گئی تھیں۔''

ترکی میں شروع ہونیوالا حالیہ منصوبہ اسی مقصد کی تکمیل کا خواب ہے۔اس کا ایک تعارفی جائزہ نذرِ قارئین ہے:

مبحث دوم: حدیث پروجیکٹ؛ پس منظر، تعارف، عزائم اور ممکنہ اثرات

فروری ۲۰۰۸ء کی بی بی سی رپورٹ کے مطابق ترکی کے 'مضبوط ترین' ادارہ برائے مذہبی اُمور نے حدیث میں بنیادی تبدیلیوں (Fundamental revision of the Hadith) کے لئے[۱۲] ترکی کی ۲۳ جامعات کے ۸۰ سکالرز پر مشتمل ایک ٹیم تشکیل دی ہے۔[۱۳] ترکی کی وزارتِ مذہبی اُمور 'دیانت' (Diyanet) کے ڈپٹی ڈائریکٹر پروفیسر مہمٹ گورمیز (Mehmet Gormez) اس 'منصوبہ برائے اصلاحِ حدیث' کے سربراہ ہیں۔ یاد رہے کہ مہمٹ گورمیز نے علم الکلام کی تعلیم عیسائی اساتذہ سے حاصل کی۔[۱۴] اس منصوبہ کے محرکات اور اسباب حسبِ ذیل بیان کیے گئے ہیں:

اسباب ومحرکات

❁ سوسائٹی پر حدیث کے منفی اثرات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان کے اِزالہ کے لئے ذخیرۂ حدیث کا ازسرنو جائزہ لیا جائے:

The Turkish state has come to see the Hadith as having an often negative influence on a society, it is in a hurry

---

[۱۲] http://news.bbc.co.uk/2/hi/europe/7264903.stm

[۱۳] http://www.islamonline.net/servlet/

[۱۴] دی جرنل آف ترکش ویکلی۔ ۲۸ فروری ۲۰۰۸ء

www.KitaboSunnat.com

to modernise and believes it responsible for obscuring the original values of Islam. ⑮

''ریاست ترکی نے مشاہدہ کیا ہے کہ حدیث، معاشرہ میں اکثر وبیشتر منفی تاثر کی حامل رہی ہے چنانچہ اس کو جدید خطوط پر اُستوار کرنے اور اسلام کی بنیادی اقدار کے تحفظ کو یقینی بنانے پر یقین رکھتی ہے۔''

❁ احادیث کی ایک غیر معمولی تعداد آپ ﷺ سے ثابت ہی نہیں، یا پھر ان کی تعبیر نو وقت کی اہم ضرورت ہے:

"A significant number of the sayings were never uttered by Muhammad and even some that were need now to be reinterprated". ⑯

''احادیث کی ایک غیر معمولی تعداد زبانِ نبویؐ سے صادر نہیں ہوئی یا پھر اب ان کی ازسرنو تشریح کی ضرورت ہے۔''

اس ضمن میں پروجیکٹ کے سربراہ پروفیسر مہمٹ گورمیز نے عورت کے محرم کے ساتھ سفر کرنے کی شرعی پابندی کی مثال دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ایک معاشرتی حکم تھا جو آنجناب ﷺ نے خطۂ عرب میں عورت کی حفاظت کے پیش نظر صادر فرمایا تھا جبکہ آج کے دور میں چونکہ یہ علت موجود نہیں، لہٰذا اس حدیث کو ختم یا پھر اس کی نئی تشریح ہونی چاہیے۔ کیونکہ حالات کی تبدیلی کے باوجود یہ پابندی اب بھی نص میں موجود ہے جس کے خلاف کئی ایک علاقوں سے آوازیں بلند ہوئی ہیں۔ ⑰

❁ منطق اور دلیل جو کہ اسلام کی ہمیشہ سے پہچان رہی، کی دوبارہ دریافت ہونی چاہیے:

"...the spirit of logic and reason inherent in Islam at its foundation are being rediscovered". ⑱

❁ ''آج ہم حدیث کو کسی باضابطہ طریقہ کار اور منہج کے بغیر استعمال کر رہے ہیں جس نے اس (ذخیرۂ حدیث) کے اندر بہت سی مشکلات پیدا کردی ہیں..... مذہبی نصوص کو سمجھنے

---

⑮ http://news.bbc.co.uk/2/hi/europe/7264903.stm

⑯ ایضاً ⑰ ایضاً ⑱ ایضاً

www.KitaboSunnat.com

کے لئے جدید دنیا میں رائج طریقہ ہائے تحقیق کو استعمال کرتے ہوئے ہم حدیث کو پہلے سے زیادہ قابل فہم، قابلِ عمل اور اغلاط سے پاک بنانے کا عزم رکھتے ہیں۔''[19]

پروجیکٹ کے مقاصد

پروجیکٹ کے سربراہ پروفیسر گورمیز نے ۲۷ فروری ۲۰۰۸ء کو جریدہ 'فنانشل ٹائمز' کے ایک انٹرویو میں کہا کہ اس پروجیکٹ کا مرکزی مقصد یہ ہے کہ'' حدیثِ نبوی کو آج کے لوگوں کے لئے ایک نئی تعبیر کے ذریعے پہلے سے زیادہ قابل فہم بنایا جاسکے۔''[20] جبکہ موصوف نے نیٹ بلاگ 'روٹرز' کو ایک انٹرویو کے دوران اس منصوبہ کے حتمی مقاصد کا ذکر اِن الفاظ میں کیا:

"There are three aims: firstly, to isolate misunderstandings that stem from history, secondly to make clear how much is cultural, how much is traditinal and how much is religious, thirdly to help people today to understand them right".[21]

''ہمارے تین مقاصد ہیں: پہلا یہ کہ تاریخی مداخلت کی وجہ سے پیدا شدہ غلط فہمیوں کو روکنا، دوسرا: حدیث میں معاشرتی، روایتی اور مذہبی عناصر کو واضح کرنا اور تیسرا لوگوں کو حدیث کے صحیح فہم میں مدد دینا ہے۔''

منصوبہ برائے اصلاحِ حدیث کا منہج وطریقہ کار

مذکورہ منصوبہ کے سربراہ کے بقول اگرچہ یہ صرف نئی درجہ بندی (Re-classifying) اور بعض احادیث کی تعبیرِ نو (Re-interpretaion) تک محدود ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں[22] تاہم اس منصوبہ کے منہجِ تحقیق کا ذکر کرتے ہوئے حکمراں پارٹی جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی (AK) کے ترجمان مصطفیٰ اکیول نے برطانوی روزنامہ 'گارڈین' کو ایک انٹرویو کے دوران کہا:

---

[19] http://blogs.reuters.com/faithworld/2008

[20] دی جرنل آف ترکش ویکلی: ۲۸/فروری ۲۰۰۸ء

[21] islamonline.net

[22] http://blogs.reuters.com/faithworld/2008

www.KitaboSunnat.com

"The reviewer may DELETE some hadiths about women or declare them UNAUTHENTIC, that would be a bold step",[43]

''[اس پروجیکٹ کے] جائزہ لینے والے، خواتین سے متعلق کچھ احادیث کو 'ختم'، یا پھر اُنہیں 'غیر مستند' قرار دے سکتے ہیں، جو کہ ایک بہت جرأت مندانہ اِقدام ہوگا۔''

احادیث کی ازسرنو تدوین کے منہج کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

"... the Ankara School of theologians working on the new Hadith have been using Western critical techniques and philosophy".[44]

''انقرہ سکول، مغربی طرقِ انتقاد اور فلسفہ کو استعمال کرتے ہوئے 'جدید حدیث' کے منصوبہ پر کام کررہا ہے۔''

'اصلاح شدہ ذخیرۂ حدیث' کی ضخامت سے متعلق یہ وضاحت کی گئی ہے کہ یہ پانچ یا چھ جلدوں پر محیط ہوسکتا ہے تاہم ابھی کچھ حتمی طور پر نہیں کہا جاسکتا۔[45] جبکہ اس 'اصلاح' کے بعد تیارشدہ 'حدیث ورژن' کو بیچنے کی بجائے مساجد میں مفت رکھا جائے گا تاکہ لوگ ان سے آسانی سے استفادہ کرسکیں۔[46]

'اصلاحِ حدیث' کے منصوبہ پر مغربی میڈیا نے بھی بجاطور پر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ 'دی گارڈین' نے اپنی ۲۷؍فروری کی اشاعت کی شہ سرخی "Turkey strives for 21st century form of Islam" کے عنوان سے سجائی۔[47] جبکہ BBC نے اسے "Turkey in radical revision of Islamic texts" کے جملہ سے رپورٹ کیا۔

قارئین کرام! 'منصوبہ برائے اصلاحِ حدیث' سے متعلق تعارفی معلومات کی بنا پر ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ مصلحین کے بقول:

---

[43] Turkish Weekly, 28 Feb 2008

[44] BBC Report [45] islamonline.net

[46] http://blogs.reuters.com/

[47] دی گارڈین۔ ۲۷فروری ۲۰۰۸ء

www.KitaboSunnat.com

① حدیث نے (خدانخواستہ) سوسائٹی پر برے اثرات مرتب کیے ہیں۔
② بعض احادیث موجودہ تہذیب سے ہم آہنگ نہیں۔
③ عہدِ نبویؐ میں بعض فیصلے معاشرتی وجوہات کی بنا پر صادر کیے گئے، مذہب سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔
④ حدیث پر بعض تاریخی وسیاسی اثرات کی وجہ سے اسے سمجھنے میں مشکل درپیش ہے۔
⑤ ذخیرۂ حدیث کسی مرتب اور مربوط طریقہ کار سے خالی ہے۔

چنانچہ اس 'چارج شیٹ' کی بنیاد پر حدیث کی از سرنو تدوین اور تشریح وقت کی اہم ضرورت ہے۔اب آیئے اس 'تحریک براے اصلاحِ حدیث' کے پس پردہ حقائق اور عزائم کا جائزہ لینے کے علاوہ یہ دیکھتے ہیں کہ بیان کردہ محرکات ومقاصد کس حد تک مبنی برحقیقت ہیں:

پس پردہ حقائق اور عزائم

ترکی کا مسئلہ یہ ہے کہ ریاستی طور پر یورپ کا جزو بننے کی خواہش نے اسے مغرب کا فکری غلام بنا کے رکھ دیا ہے ۔ چنانچہ مغربی ثقافت سے ہم آہنگی اور اس کے فروغ کا ہر وہ جائز یا ناجائز اِقدام جس کا مطالبہ اعلانیہ یا غیراعلانیہ طور پر اہل مغرب کی طرف سے ہو، ترکی کے سیکولر حکمران اس کی تکمیل کو اپنی فلاح اور یورپی یونین میں شمولیت جیسے ناممکنہ خواب کو پورا ہوتا خیال کرتے ہیں۔ مذہب اسلام کی تعبیر نو کے ضمن میں،دیگر غیر اسلامی اقدامات مثلاً حجاب، اذان ودیگر مذہبی شعائر پر پابندی کے علاوہ حال ہی میں ایک اور سیکولر اقدام بھی توجہ طلب ہے جس کے تحت ۴۵۰ خواتین کو تربیت دینے کے بعد بطور سینئر امام مختلف مراکز میں مقرر کیا گیا ہے جو 'ویز' (Vaizes) کہلاتی ہیں۔جن کی تقرری کا مقصد یہ ہے کہ وہ ترکی کے دور دراز علاقوں کے لوگوں کو اسلام کی صحیح تشریح سے روشناس کرواسکیں:

> "Turkey has given theological training to 450 women, and appointed them as senior imams called vaizes. They have been given the task of explaining the original spirit of Islam to remote communities in Turkey's vast interior".[۲۸]

---

[۲۸] BBC Report

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک حدیث کی ازسرنو تدوین کا تعلق ہے تو یہ معاملہ کچھ نیا نہیں بلکہ ریاست ترکی کے قیام کے بعد اس کی پہلی پارلیمنٹ نے ۱۹۲۳ء ہی میں حدیث کی ازسرنو تدوین وتشریح کا فیصلہ دیا تھا۔ حالیہ منصوبہ ترکی میں دوسری کوشش ہے۔[۲۹]

ترکی کے سیکولر عناصر کی طرف سے اس طرح کے اقدامات کے پس پردہ 'اصلاحِ مذہب' کی وہ فکر کارفرما ہے جو یورپ سے درآمد شدہ ہے۔ جس نے ۱۶ویں صدی عیسوی میں کلیسا کی اصلاح کے نام پر نہ صرف مذہب کا بیڑہ غرق کر کے رکھ دیا بلکہ اس کی کلامی بنیادوں کو ہی سرے سے تبدیل کر دیا۔ ترکی میں جاری اصلاحِ مذہب کی حالیہ تحریک بھی انہی خطوط پر جاری ہے۔ ترکش ماہر فادی حاکورا (Fadi Hakura) نے بجا کہا ہے:

"This is kind of akin to the Christian Reformation. Not exactly the same, but... it's changing the theological foundations of the religion".[۳۰]

''یہ اصلاح عیسائیت سے ملتی جلتی قسم ہے، اگرچہ بعینہٖ ویسی نہیں تاہم یہ بھی مذہب کی کلامی بنیادوں کو تبدیل کر رہی ہے۔''

اس پس منظر سے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ 'اصلاحِ حدیث' کی یہ نام نہاد تحریک کن عزائم کے چلمن پیچھے چھپی ہے۔ 'اصلاحِ حدیث' دراصل اُمتِ مسلمہ کے لئے باعثِ افتخار پہلے سے موجود ذخیرۂ حدیث، روایت وتحقیق کے معیار، محدثینِ کرام کی مساعی اور ان کے طے کردہ اُصول پر عدمِ اعتماد کا اعلانیہ اظہار ہے۔ روشن خیال اور مذہب بیزار طبقہ نے ہمیشہ دلکش عناوین کے ذریعے ہی مبادیاتِ اسلام پر حملہ کیا ہے اور یہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

پروفیسر مہمٹ نے اس منصوبہ کے جواز کے لئے عورت کے محرم کے ساتھ سفر کی جو مثال بیان کی ہے کہ'' یہ ایک معاشرتی حکم تھا اور اس کا مذہبی پابندی سے کوئی تعلق نہیں اور اب معاشرتی تقاضا یہ ہے کہ عورت کو بغیر محرم کے اجازت دی جائے۔'' درحقیقت اس استشراقی فکر کی ترجمانی ہے جو رحمت للعالمین ﷺ کو پیغمبر کی بجائے صرف ایک مصلح (Reformer)

---

[۲۹] دی جرنل آف ترکش ویکلی۔ ۲۸ فروری ۲۰۰۸ء

[۳۰] news.bbc.co.uk/2/hi/europe/7264903.stm

www.KitaboSunnat.com

کے طور پر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ گورمیز کے الفاظ ہیں:

"But this isn't a religious ban. It came about becuase in the Prophet's time it simply wasn't safe for a woman to travel alone like that. But as time has passed, people have made permanent what was only supposed to be a temporary ban for safety reasons". [۳۱]

''تاہم یہ کوئی مذہبی پابندی نہ تھی۔ یہ حکم اس لیے دیا گیا کیونکہ عہدِ نبوی میں عورت کے لیے اکیلے سفر کرنا بالکل غیر محفوظ تھا۔ وقت کے گذرنے کے ساتھ لوگ اکیلے سفر کرنے کے عادی ہوگئے، چنانچہ اسے صرف عارضی پابندی ہی تصور کیا جائے گا۔''

جہاں تک محرم مرد کے ساتھ عورت کے سفر کا حکم ہے تو پروفیسر مہمٹ گورمیز کی بیان کردہ 'حفاظت درسفر' کی علت کم علمی پر مبنی ہے کیونکہ اس حکم کی علت یہ ہرگز نہیں بلکہ فتنہ اندیشہ کو اس کی علت کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر ایک لمحہ کے لئے گورمیز کی تراشیدہ علت 'حفاظت درسفر' کو بھی مان لیا جائے تو کیا گارنٹی ہے کہ آج کی عورت چودہ سو سال پہلے کی عورت سے زیادہ محفوظ ہے؟ اگر اس خود ساختہ اُصول کو مان لیا جائے تو یہ ہر دینی حکم کے لئے معاشرتی تاویل کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہوگا کہ کل کو کوئی یہ کہے کہ قرآن مجید کی چند آیات کسی معاشرتی پس منظر میں نازل ہوئی تھیں اور آج معاشرتی تبدیلی کے پیش نظر ان آیات کا اِخراج ضروری ہے.....!

حدیث سے متعلق یہ منصوبہ صرف کہنے کی حد تک علمِ حدیث سے منسلک ہے ورنہ اگر بنظرِ عمیق جائزہ لیا جائے تو یہ دراصل اسلام کی بنیادوں تک کو ہلا دینے والا اِقدام ہے۔ اس کا اندازہ پروفیسر مہمٹ گورمیز کے اس جواب سے لگائیے جو اُنہوں نے اسلامی سزاؤں سے متعلق دیا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ حدیث میں مذکور سزاؤں کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ ..... تو اُنہوں نے کہا:

"...you don't see such things in the hadith or the Koran. Punishment is not on our agenda. ... We have no aim to

[۳۱] ebid

www.KitaboSunnat.com

put issues from history (such as punishments) to the agenda".[۳۴]

''آپ کو ایسی چیزیں حدیث یا قرآن میں کہیں نظر نہیں آئیں گی۔ سزاؤں جیسے 'تاریخی موضوعات' پر گفتگو کرنا ہماری ترجیحات میں شامل نہیں۔''

آپ اندازہ کیجئے کہ کس طرح قرآن وحدیث کی بیان کردہ سزاؤں کو بے بنیاد کہتے ہوئے ان کو مذہبی حکم ماننے کی بجائے 'معاشرتی موضوع' یا محض 'تاریخی واقعہ' قرار دیا گیا۔ یہی وہ مقصد ہے جو سیکولر عناصر کے پیش نظر ہے کہ اسلامی مبادیات اور ان کے مصادر (قرآن وحدیث) کو ہی اِصلاح کے نام پر تبدیل کر دیا جائے تاکہ عیسائیت کی طرح دین اسلام کی بنیادیں بھی تاریخی دھندلکوں کا شکار ہو کر متبعین اسلام سے اوجھل ہو جائیں اور اپنی شناخت گم ہو جانے کی صورت میں دوسروں کے رحم وکرم پر زندگی گذارنے پر مجبور ہوں۔

آخر میں محققینِ علمِ حدیث اور علماء ودانشور حضرات سے گذارش ہے کہ وہ 'اصلاحِ حدیث پروجیکٹ' کی آڑ میں آپ ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ کی من چاہی تعبیر کے اس منصوبے کو نہ صرف بے نقاب کریں بلکہ علمی بنیادوں پر اس کا ردّ کریں۔ کیونکہ خدانخواستہ اگر ہم نے حسبِ سابق اس فتنہ پر بھی چپ سادھے رکھی تو پھر اسلامی علمی روایت پر حملوں کا ایسا سلسلہ شروع ہوگا کہ اس کا سدِ باب مشکل تر ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اساسیات اور علمی ورثہ کے تحفظ کا احساس نصیب فرمائیں۔ آمین!

---

[۳۴] blogs.reuters.com/faithworld

مرکز التربیۃ الاسلامیۃ فیصل آباد میں داخلہ لیجئے

اھلیت: کسی معروف دینی ادارے سے فارغ التحصیل یا مساوی استعداد کا حامل ◉ تقریر اور تحریر میں نمایاں صلاحیت رکھتا ◉ ذہین، محنتی، باعمل اور بلند اخلاق کا حامل ◉ تین سالہ مدت تعلیم مکمل کرنے کا عہد

شیڈول: ۲۰ رمضان تک کاغذات کی وصولی جس میں عربی درخواست کے علاوہ شناختی کارڈ اور تعلیمی اسناد کی نقول، دو عدد تصاویر اور دو معروف علما کے تزکئے شامل ہوں۔

تحریری امتحان: ۱۰ شوال ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۲/ اکتوبر بروز اتوار، صبح ۱۰ بجے، مرکز ہذا میں

اس امتحان میں کامیاب ہونے والے طلبہ کا زبانی امتحان ۱۲/ ۱۳ شوال بروز منگل بدھ صبح ۹ تا ۲ بجے ہوگا۔

قبولیت کا حتمی فیصلہ ایک ہفتہ کی کلاس کے بعد ہوگا جس کا آغاز ۱۶/ شوال بروز ہفتہ صبح ۸ بجے سے ہوگا۔

الداعی: حافظ محمد شریف التربیۃ انٹرنیشنل ٹرسٹ: ۴۳، ۴۴ ڈبلیو، اعوان چوک، گلستان کالونی، فیصل آباد

www.KitaboSunnat.com

معیشت واقتصاد

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد مدظلہ
دارالافتاء، جامعہ مدنیہ، لاہور

مروّجہ اسلامی بینکاری کی چند خرابیاں

ادارہ محدث میں مروّجہ 'اسلامی بینکاری' کے شرعی جائزے کے لئے جملہ مکاتبِ فکر کے جلیل القدر علما اور بینکاری ماہرین کا ایک وسیع اور بھرپور اجلاس ۲۰/ جولائی ۲۰۰۸ء کو منعقد ہوا تھا۔ دن بھر جاری رہنے والے اس اجلاس میں نمائندہ علما اور اسلامی بینکاری کے ماہرین کی ایک کمیٹی قائم کردی گئی تھی جس کے بعد ازاں دفتر محدث میں باضابطہ طور پر مزید دو طویل اجلاس منعقد ہو چکے ہیں۔ ان مجالس میں بیسیوں اُمور پر شرعی آرا اور ماہرین کا تبادلہ خیال ہوا، جنہیں مرتب کر کے 'محدث' میں گاہے بگاہے شائع کیا جاتا رہے گا۔ کمیٹی کا آخری اجلاس رمضان المبارک سے قبل لاہور کی معروف علمی شخصیت حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد کی زیر صدارت منعقد ہوا تھا۔ اس مجلس میں جہاں بہت سے قیمتی مباحث پیش ہوئے، وہاں ڈاکٹر صاحب کی اس موضوع پر تازہ ترین نظر ثانی شدہ تصنیف کے بھی متعدد اقتباسات پڑھ کر سنائے گئے۔ زیر نظر مضمون اسی کتاب سے ماخوذ ہے، یہ کتاب ادارۂ محدث عنقریب شائع کر کے منظر عام پر لا رہا ہے۔ ح م

اس دور میں مولانا تقی عثمانی مدظلہ اور ان کے صاحبزادے مولوی عمران اشرف عثمانی سلمہ کی کوششوں سے پاکستان میں اسلامی بینکاری کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ دوسرے مسلمانوں کی طرح الحمد للہ ہم بھی اسلامی بینکاری کے خواہش مند ہیں، لیکن چاہتے ہیں کہ یہ نظام خالص اسلامی ہو اور اس میں سود کی اور دیگر غیر اسلامی اُمور کی آمیزش نہ ہو۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں رائج کردہ اسلامی بینکاری نظام نہ سو فیصد اسلامی ہے اور نہ ہی سو فیصد سود سے پاک ہے۔ جس کا یہ فائدہ تو ہے کہ جو لوگ پہلے سو فیصد سود میں ملوث تھے، وہ اگر اپنے مالی معاملات اور سودی بینکوں کو چھوڑ کر صرف اسلامی بینک میں اپنی رقم رکھیں تو وہ ۱۰۰ فیصد کی بجائے مثلاً چالیس فیصد سود پر آ جائیں گے، لیکن دوسری طرف اس سے بڑا نقصان یہ ہے کہ جو لوگ اپنی دینداری اور اپنی احتیاط کی وجہ سے سود وغیرہ کے صفر درجہ (Zero Level) پر تھے، وہ بھی لامحالہ اسلامی ہونے کے دعویدار بینکوں کو اسلامی سمجھتے ہوئے جزوی طور پر ہی سہی، لیکن سودی

www.KitaboSunnat.com

بینکنگ میں ملوث ہوجائیں گے اور اس طرح وہ بھی سود کے چالیس فیصد لیول پر آ جائیں گے اور یقیناً یہ ایک بڑا نقصان ہے۔

مولوی عمران اشرف عثمانی نے انگریزی میں Meezan Bank's Guide to Islamic Banking یعنی 'اسلامی بینکاری کے لئے میزان بینک کی راہنما' نامی کتاب لکھ کر شائع کی اور دارالعلوم کراچی کے استاد مولانا ڈاکٹر اعجاز احمد صمدانی نے اپنی کتاب 'اسلامی بینکاری؛ ایک حقیقت پسند جائزہ' شائع کی۔ ان کتب کی بنیاد پر ہم نے اس بینکاری کی درج ذیل چند خرابیاں لکھی ہیں:

① شرحِ سود کو معیار بنایا جاتا ہے!

کسی شے کی قیمت یا کرایہ طے کرنے کے لئے مروّجہ اسلامی بینک ایک متبدل (Floating) ریٹ ذکر کرتے ہیں جس میں بنیادی اہمیت Kibor یعنی Karachi Inter Bank Offered Rate کو حاصل ہوتی ہے جو کہ بینکوں کے آپس کے لین دین کی شرحِ سود ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس شرحِ سود کی بنیاد پر قیمت یا کرایے کی کا تعین کیا جاتا ہے اور اس کی تبدیلی سے قیمت یا کرایہ بدلتا رہے گا۔ اس میں دو خرابیاں ہیں:

i) قیمت یا کرایہ کے طے کرنے میں شرحِ سود کو معیار بنانے اور اس کو ذکر کرنے میں اسلام کے غیر سودی نظام سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔

ii) اس سے یہ بھی اندیشہ ہوتا ہے کہ کسی وقت اسلامی بینک کو سرمایہ کی ضرورت ہو تو وہ بھی دوسرے بینکوں سے قرض لیتا ہے اور ان کو Kibor کے حساب سے سود ادا کرتا ہے۔

دارالعلوم کراچی کے مدرّس مولانا ڈاکٹر اعجاز احمد صمدانی اس بارے میں جو صفائی پیش کرتے ہیں، وہ ہمارے اسی اندیشہ کی تائید کرتی ہے۔ لکھتے ہیں:

''ہمیں اس بات کا بھی جائزہ لینا چاہئے کہ موجودہ حالات میں اسلامی بینک شرحِ سود کو کیوں معیار بناتے ہیں اور اس کا متبادل تلاش کرنے میں اُنہیں فی الحال کن مشکلات کا سامنا ہے؟ بینکوں کے باہمی شرحِ سود کا پس منظر یہ ہے کہ عام طور پر مختلف بینک ایک جیسے حالات میں نہیں چل رہے ہوتے۔ بعض بینک ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس ضرورت سے زائد رقم

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے جب کہ بعض بینکوں کے پاس فنانس کے لئے رقم کم ہوتی ہے تو جن بینکوں کو رقم کی ضرورت ہوتی ہے، وہ ان بینکوں سے قرضہ لیتے ہیں جن کے پاس رقم زائد ہوتی ہے۔ قرضہ دینے والا بینک ایک مخصوص شرحِ سود پر قرض دیتا ہے۔ اسے Inter Bank offered rate کہا جاتا ہے یعنی بینکوں کے باہمی معاملات میں پیش کیا گیا شرح سود۔ اس کا مخفف Ibor ہے۔ پاکستان میں عام طور پر کراچی کے بینکوں کا شرحِ سود بطورِ پیمانہ استعمال ہوتا ہے جسے کائبور یعنی Karachi Inter Bank Offered Rate کہتے ہیں۔

اگر پاکستان میں اسلامی بینک کائبور کو چھوڑ کر کوئی اسلامی معیار بنانا چاہیں تو ظاہر ہے کہ اس کیلئے اسلامی بینکنگ کی ایک بڑی مارکیٹ کا وجود میں آنا ضروری ہے۔ الحمدللہ پاکستان میں بھی آہستہ آہستہ یہ مارکیٹ ترقی کر رہی ہے۔'' (اسلامی بینکاری ایک حقیقت پسند جائزہ، ص ۵۴)

② مالی جرمانہ وصول کیا جاتا ہے جو سود ہے

مولوی عمران اشرف عثمانی صاحب ایک طرف یہ کہتے ہیں کہ بینک اگر کسی کے ساتھ مرابحہ کا معاملہ کرے تو اس کے بروقت ادائیگی نہ کرنے پر نہ تو قیمت میں تبدیلی کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس سے کوئی جرمانہ وصول کیا جا سکتا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ بینک کے لئے یہ ہدایت بھی جاری کرتے ہیں کہ وہ گاہک جو ایک ماہ کی مہلت ملنے کے باوجود کسی معقول عذر کے بغیر جان بوجھ کر ادائیگی نہیں کرتا تو اس نے بینک کو جتنا نقصان پہنچایا ہے، اس کے تدارک کے لئے اس سے اتنی رقم وصول کی جائے۔

دیکھئے عمران اشرف عثمانی صاحب ایک طرف جرمانہ کے ناجائز ہونے کو لکھتے ہیں:

Another issue with *Murabahah* is that if the client defaults in payment of the price at the due date, the price cannot be changed, nor can penalty fees be charged.

''مرابحہ میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر گاہک مقررتاریخ پر ادائیگی نہیں کرتا تو نہ تو قیمت تبدیل کی جاسکتی ہے اور نہ کوئی جرمانہ وصول کیا جا سکتا ہے۔''

لیکن پھر دوسرے ہی لمحہ وہ یہ فیصلہ جاری فرماتے ہیں:

"In order to deal with dishonest clients who default in payment deliberately,they should be made liable to pay

www.KitaboSunnat.com

compensation to Islamic bank for the loss suffered on account of default." p.129

''بد دیانت گاہک جو جان بوجھ کر بروقت ادائیگی نہیں کرتے ان کو مجبور کیا جا سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے اسلامی بینک کو جو نقصان ہوا ہے، اس کے تدارک کے لئے کچھ رقم دیں۔''

کوئی جناب عمران اشرف صاحب سے پوچھے کہ نقصان کے تدارک کے طور پر لی جانے والی رقم جرمانہ نہیں تو اور کیا ہے اور جرمانہ اس وجہ سے منع تھا کہ وہ سود بنتا تھا لہٰذا بینک تدارک کے نام پر درحقیقت سود ہی وصول کرتا ہے۔

③ کار لیزنگ اور ہوم فنانسنگ میں انشورنس یا تکافل

اسلام کی رو سے انشورنس یقیناً ناجائز ہے اور اس میں سود، جوئے اور غرر کے معنی پائے جاتے ہیں۔ یہی تینوں باتیں تکافل یعنی اسلامی انشورنس میں بھی پائی جاتی ہیں جیسا کہ تکافل کے موضوع پر ہم مستقل لکھ چکے ہیں۔ لہٰذا مروّجہ تکافل بھی غیر اسلامی طریقہ ہے۔

کار میں بینک اپنے ہی نام پر انشورنس یا تکافل کراتا ہے اور گھر میں بینک اور گاہک خود اپنے اپنے حصوں کے بقدر کراتے ہیں۔ اس میں مندرجہ ذیل باتیں نظر انداز نہیں کی جا سکتیں:

i) گاہک جو کار لیزنگ یا ہوم فنانسنگ کرواتا ہے وہ بینک کے انشورنس یا تکافل میں مبتلا ہونے کا سبب بنتا ہے اور چونکہ اس کو علم ہے کہ بینک ایسا ضرور کرے گا اور محض اس کی وجہ سے کرے گا تو اس بنا پر وہ بھی گناہگار ہوتا ہے۔

ii) کار اجارہ سکیم میں میزان بینک کی جاری کردہ Provisional Rental Calculation Sheet (کرایہ کی عبوری تشخیص) میں درج ہے کہ پہلے ماہ کا کرایہ رجسٹریشن اور باربرداری کے اِخراجات کو بھی شامل ہے اور باقی مہینوں کے کرائے انشورنس (یا تکافل) کی رقم کو بھی شامل ہیں۔

مثلاً ایک گاڑی جس کی قیمت 3,44,000 روپے ہے۔ اس کے پہلے ماہ کا کرایہ 31,487 روپے ہے جو بشمول رجسٹریشن، کرایہ اور باربرداری اخراجات Inclusive of Registration, Rent and Freight charges ہے۔ جب کہ اگلے ہر ماہ کا کرایہ 11,487 روپے ہے جو انشورنس کی رقم سمیت ہے Inclusive of

www.KitaboSunnat.com

insurance ہے۔

اگرچہ یہ تشخیص نامہ عبوری (Provisional) ہے، لیکن بینک کی دستاویزات میں شامل ہے اور گاہک کو بھی دکھایا جاتا ہے تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ کار اجارہ میں بینک خود اپنی طرف سے انشورنس کراتا ہے اور خود اپنی طرف سے پریمیم ادا کرتا ہے۔ چنانچہ گاہک کی طرف سے غیر اسلامی انشورنش کے اخراجات ادا کرنا اس کو گناہگار کرتا ہے۔

④ **یومیہ سرمایہ کی بنیاد پر نفع کی تقسیم** (On the basis of daily products)

کھاتہ داروں کو جب اور جتنی بھی رقم ہو، جمع کرانے پر آمادہ کرنے کے لئے مروّجہ بینکوں نے یومیہ سرمایہ کی بنیاد پر نفع دینے کی سکیم نکالی ہے۔ عمران اشرف صاحب اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"Many financial institutions finance the working capital of an enterprise by opening a running account for them from where the clients draw different amounts at different intervals, but at the same time, they keep returning their surplus amounts. Thus the process of debit and credit goes on upto the date of maturity, and the interest is calculated on the basis of daily products. Can such an arrangement be possible under the *musharakah* or *mudarabah* modes offinancing (Meezan Bank's guide. p.177)

If such an arrangement is agreed upon between the parties, it does not seem to violate any basic principle of the *musharakah*. ----practically, it means that the parties have agreed to the principle that the profit accrued to the *Musharakah* portfolio at the end of the term will be divided based on the average capital utilized per day, which will lead to the average of the profit earned by each rupee per day. The amount of this average profit per rupee per day will be multiplied by the number of days each investor has put his money into the business, which will determine his profit

www.KitaboSunnat.com

entitlement on daily product basis." (Meezan Banks' guide p.178)

''بہت سے مالیاتی ادارے کسی کاروباری ادارے کے زیر گردش سرمایہ کو اس طریقے سے ترتیب دیتے ہیں کہ اس کا ایک رواں کھاتہ کھول دیتے ہیں جس میں سے عمیل مختلف اوقات میں مختلف رقمیں نکالتے ہیں اور ساتھ ہی فاضل سرمایہ جمع بھی کراتے رہتے ہیں۔غرض رقمیں جمع کرانے اور نکالنے کا عمل تاریخ انتہا تک چلتا رہتا ہے اور یومیہ بنیادوں پر سود کا حساب لگایا جاتا ہے۔کیا ایسا معاملہ مشارکہ اور مرابحہ کی سرمایہ کاری میں بھی کیا جا سکتا ہے؟

اگر پارٹیوں کے درمیان ایسے معاملہ پر اتفاق ہو جائے تو اس سے مشارکہ کے کسی بنیادی ضابطہ کی مخالفت نہیں ہوتی۔عملی طور پر اس کا مطلب یہ ہے کہ پارٹیوں نے اس قاعدہ وضابطہ پر اتفاق کر لیا ہے کہ مشارکہ کے کھاتے میں مدت کے آخر میں جو نفع جمع ہو، وہ اس بنیاد پر تقسیم ہوگا کہ اوسطاً فی یوم کتنا سرمایہ استعمال ہوا ہے۔اس سے فی یوم فی روپیہ حاصل ہونے والا نفع معلوم ہوگا جس کو ان ایام کے عدد سے ضرب دیں گے جن میں ہر سرمایہ کار نے اپنا سرمایہ کاروبار میں لگایا ہے۔اس سے یومیہ بنیادوں پر نفع کی تعیین کی جا سکے گی۔''

اس پر عمران اشرف صاحب نے پھر خود ہی ایک اعتراض وارد کر کے اس کا جواب دیا ہے۔اعتراض یہ ہے کہ شراکت میں تو شریکوں کے راس المال کا علم ہوتا ہے جب کہ اس نظام میں کھاتہ دار رقمیں نکالتے اور جمع کراتے رہتے ہیں، اس لئے مشارکہ میں داخل ہوتے وقت ان کے سرمایہ کی مقدار مجہول ہوتی ہے اور اس جہالت سے مشارکہ باطل ہو جاتا ہے۔پھر اس کے جواب میں علامہ کاسانیؒ کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ جہالت مُفضي إلى النزاع (جھگڑے کا باعث) نہیں ہے، کیونکہ جب سامان خریدا جاتا ہے تو مقدار کا علم ہو ہی جاتا ہے۔لکھتے ہیں:

"But the proposed running account of *musharakah* where the partners are coming in and going out every day, nobody has undertaken to contribute any specific amount. Therefore the capital contributed by each partner is unknown at the time of entering into *Musharakah* which should render the musharakah invalid. The answer to the above objection is that

www.KitaboSunnat.com

the classical scholars of Islamic fiqh have different views about whether it is necessary for a valid *Musharakah* that the capital is pre-known to the partners. The Hanafi scholars are unaminous on the point that it is not a pre-condition. Al-kasani, the famous hanafi jurist writes:

"According to our hanafi school, it is not a condition for the validity of musharakah that the amount of capital is known, while it is a condition according to Imam Shafi. Our argument is that jahalah (uncertainty) in itself does not render a contract invalid, unless it leads to disputes. And the uncertainty in the capital at the time of musharakah does not lead to disputes, because it is generally known when the commodities are purchased for the musharakah, therefore it does not lead to uncertainty in the profit at the time of distribution." (Meezan Banks' guide: pp. 179-180)

''لیکن مشارکہ کا مجوزہ رواں کھاتہ جس میں شریک روزانہ داخل اور خارج ہوتے رہتے ہیں کوئی بھی شریک اس میں متعین رقم جمع کرانے کی ذمہ داری نہیں لیتا ہے۔ اس لئے مشارکہ شروع کرنے کے وقت ہر شریک کے راس المال (سرمایہ) کی مقدار نامعلوم ہے جس کی وجہ سے مشارکہ فاسد ہو جانا چاہئے۔

مذکورہ بالا اعتراض کا جواب یہ ہے کہ فقہ اسلامی کے قدیم محققین کا اس بارے میں اختلافِ رائے ہے کہ مشارکہ کے جواز کے لئے آیا شرکا کے راس المال کا پہلے سے معلوم ہونا شرط ہے یا نہیں؟ حنفی علما کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ شرط نہیں ہے۔ مشہور حنفی فقیہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

ہمارے حنفیہ کے مطابق مشارکہ کے جواز کے لئے یہ کوئی شرط نہیں ہے کہ راس المال کی مقدار معلوم ہو، اگرچہ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ شرط ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ جہالت بذاتِ خود عقد کے لئے موجبِ فساد نہیں ہوتی بلکہ صرف اسی وقت ہوتی ہے جب وہ نزاع کا باعث بنے۔ اور مشارکہ کے شروع میں راس المال کے بارے میں جہالت نزاع کا باعث نہیں ہوتی کیونکہ (مشارکہ کے تحت) جب سامان خریدا جاتا ہے تو اس کا علم ہو جاتا ہے لہٰذا نفع کی تقسیم میں وہ جہالت کا باعث نہیں ہوتی۔''

www.KitaboSunnat.com

ہمیں افسوس ہے کہ علامہ کاسانیؒ کی عبارت کا جو مطلب مولوی عمران اشرف صاحب نے بتایا ہے، ہم اس سے اتفاق نہیں کر سکے۔ علامہ کاسانیؒ کی عبارت یوں ہے:

ولنا أن الجهالة لا تمنع جواز العقد لعينها بل لإفضائها إلى المنازعة وجهالة رأس المال وقت العقد لا تفضي إلى المنازعة لأنه يعلم مقداره ظاهرًا وغالبًا لأن الدراهم والدنانير توزنان وقت الشراء فيعلم مقدارها فلا يؤدي الى جهالة مقدار الربح وقت القسمة (بدائع الصنائع:۶/۶۳)

''ہماری دلیل یہ ہے کہ جہالت بذاتِ خود عقد کے جواز کے مانع نہیں ہوتی بلکہ مُفضي إلى المنازعة ہونے کی وجہ سے مانع ہوتی ہے۔ اور عقد کے وقت راس المال کی مقدار کی جہالت مُفضي إلى المنازعة نہیں، کیونکہ عام طور سے سامان کی خرید کے وقت چونکہ دراہم ودنانیر کو تولا جاتا ہے، اس لئے اس وقت اس کی مقدار معلوم ہو جاتی ہے لہٰذا نفع کی تقسیم کے وقت نفع کی مقدار بھی مجہول نہیں رہتی۔''

علامہ کاسانیؒ کی مراد یہ ہے کہ عقد کے وقت سرمایہ کی مقدار کا تفصیلی علم ہونا شرط نہیں۔ یہ کہنا کہ عقد کے وقت مقدار کا اِجمالی علم بھی شرط نہیں ہے، بلا دلیل ہے۔ دیکھئے علامہ رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ خریداری کے وقت چونکہ دراہم و دنانیر کا وزن کیا جاتا ہے تو اس وقت ان کی مقدار کا علم جو کہ تفصیلی علم ہے، ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ وہ دراہم و دنانیر ہیں جو عقد کے وقت سامنے رکھ دیئے گئے کہ ان کے ساتھ مشارکت ہوگی۔ غرض عقد کے وقت دراہم و دنانیر سامنے ہونے کی وجہ سے یا ان کی طرف اشارہ ہونے کی وجہ سے ان کی مقدار کا اجمالی علم تو ضرور ہوا جبکہ یومیہ بنیاد کے مسئلہ میں عقد کے وقت سرمایہ کی مقدار کا نہ تو اِجمالی علم ہے اور نہ تفصیلی علم ہے۔

آخر شرکتِ عنان بالاموال کی حقیقت یہی تو ہے کہ کم از کم دو فریق اپنے متعین سرمائے اس عقد میں متفق علیہ مدت تک کے لئے مخصوص کر لیں اور ان کی بنیاد پر (اور ضرورت ہو تو عمل کی وجہ سے بھی) اپنے لئے نفع کی شرح طے کریں۔ علامہ کاسانی رحمہ اللہ کے دور میں یومیہ بنیاد (Basis of daily products) کا تو وجود ہی نہیں تھا، لہٰذا کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ ان کے دور میں دو آدمی آپس میں مشارکہ کا عقد تو کریں، لیکن عقد کے وقت نہ تو ان کو سرمایہ کی

www.KitaboSunnat.com

مقدار کا کچھ اندازہ ہو اور نہ ہی نفع کی کوئی شرح طے کریں۔ غرض علامہ کاسانی رحمہ اللہ کی عبارت کو عمران اشرف صاحب اپنے حق میں لائیں، یہ کسی طرح درست نہیں ہے۔

مزید برآں یومیہ بنیاد (Basis of daily products) پر عمران اشرف صاحب نے خود ہی ایک اور اعتراض نقل کیا ہے جو یہ ہے:

"Some contemporary scholars do not allow this method of calculating profits on the ground that it is just a conjectural method which does not reflect the actual profits really earned by a partner of the musharakah. Because the business may have earned huge profits during a period when a particular investor had no money invested in the business at all or had a very insignificant amount investsd, still, he will be treated at par with other investors who had huge amounts invested in the business during that period. Conversely, the business may have suffered a great loss during a period when a particular investor had huge amounts invested in it. Still, he will pass on some of his loss to other investors who had no investment in that period or their size of investment was insignificant.

''چند ہم عصر علما نفع کی تعیین کے اس طریقے کو جائز نہیں سمجھتے، کیونکہ ان کے خیال میں یہ ایک محض تخمینی طریقہ ہے جس سے مشارکہ میں کسی شریک کا کمایا ہوا حقیقی نفع معلوم نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ ممکن ہے کہ کاروبار میں بہت زیادہ نفع ان دنوں میں ہوا ہو، جب ایک شریک کا سرے سے یا تو سرمایہ ہی موجود نہ ہو یا ہو تو اتنا تھوڑا کہ قابل ذکر ہی نہ ہو۔ اس کے باوجود اس کو ان دوسرے شرکا کے برابر سمجھا جائے گا جنہوں نے اس مدت میں بہت بڑی مقدار میں سرمایہ لگایا ہو۔ اس کے برعکس صورت میں یہ ممکن ہے کہ کاروبار کا اس مدت میں بہت زیادہ نقصان ہوا ہو جب ایک شریک کا بہت زیادہ سرمایہ لگا ہو۔ اس کے باوجود اس کا کچھ نقصان ان دیگر شرکا کو منتقل کر دیا جائے گا جن کا اس مدت میں کچھ بھی سرمایہ نہ ہو یا ہو تو بہت تھوڑا جو ناقابل ذکر ہو۔''

اس اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ اس طریقے سے کسی شریک کے واقعی نفع کی صحیح مقدار

www.KitaboSunnat.com

معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ فرض کریں مشارکہ کی کل مدت ایک سو دن ہے۔ مدت کے شروع ہی میں عمر نے پانچ ہزار اور بکر نے دس ہزار جمع کرائے اور پوری مدت میں کچھ رقم نہ نکلوائی۔ ان کے مقابلہ میں زید نے شروع میں پانچ ہزار جمع کرائے اور دس دن بعد وہ نکلوا لئے۔ آخر کے دس دنوں میں پانچ ہزار روپے پھر جمع کرا دیئے۔

ان سو دنوں کا کل سرمایہ ہوا.....سولہ لاکھ

یعنی عمر کے 5000 روپے x 100 دن =5,00,000 (5 لاکھ)

اور بکر کے 10,000 روپے x 100 دن =10,00,000 (10 لاکھ)

اور زید کے 5,000 روپے x 20 دن =100,000 (1 لاکھ)

100 دن میں کل 16 لاکھ روپے استعمال میں رہے تو ایک دن میں 16 ہزار روپے استعمال میں رہے۔ اگر کل نفع 8000 روپے ہو تو یومیہ بنیاد کے حساب سے عمر کا نفع ہوا 2500 روپے اور بکر کا ہوا 5000 روپے اور زید کا ہوا 500 روپے۔ اب یہ ممکن ہے کہ 8000 روپے کا نفع درمیان کے انہی دنوں میں ہوا ہو اور شروع و آخر کے دس دس دنوں میں کچھ بھی نفع نہ ہوا ہو۔ زید کو بلاوجہ دوسروں کے سرمایوں پر ہونے والے نفع میں سے 500 روپے مل گئے۔ ایسے ہی نقصان کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے۔

عمران اشرف صاحب اس اعتراض کا جواب یوں دیتے ہیں:

"This argument can be refuted on the ground that it is not necessary in a *musharakah* that a partner should earn profit on his own money only. Once a *musharakah* pool comes into existence all the participants, regardless of whether their money is or is not utilized in a particular transaction earn the profits accruing to the joint pool. This is particulary true of the *hanafi* school, which does not deem it necessary for a valid *musharakah* that the monetary contribution of the partners are mixed up together. (Meezan Banks' guide. p.178)

''ان علماء کی دی ہوئی دلیل کو اس بنیاد پر رڈ کیا جا سکتا ہے کہ مشارکہ میں یہ تو ضروری ہے ہی نہیں کہ شریک صرف اپنے سرمایہ پر نفع کمائے۔ جب ایک دفعہ مشارکہ طے ہو جاتا ہے تو تمام

www.KitaboSunnat.com

ہی شرکا اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ کسی خاص عقد میں ان کا سرمایہ استعمال ہوا ہے یا نہیں مشارکہ سے حاصل ہونے والے نفع میں حصہ دار ہوتے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر حنفیہ کے نزدیک زیادہ مؤثر ہے، کیونکہ ان کے یہاں مشارکہ کے جواز کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ تمام شرکا کے سرمایوں کو مخلوط کر دیا جائے۔''

عمران اشرف صاحب کے اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ مشارکہ میں یہ ضروری نہیں کہ ہر شریک صرف اپنے سرمایہ پر نفع حاصل کرے۔ شراکت کے بعد اگرچہ صرف ایک شریک کا سرمایہ استعمال ہوا ہو، لیکن نفع میں دیگر شرکا بھی شریک ہوتے ہیں۔

عمران اشرف صاحب نے مشارکہ کا ضابطہ تو بتا دیا لیکن وہ اس کا تجزیہ نہیں کر پائے کہ زید نے جب دس دن کے بعد اپنی رقم نکلوالی تو آیا شریعت کی نظر میں شراکت باقی بھی رہی یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اس طرح سے تو شراکت ہی ختم ہو جاتی ہے خصوصاً جب کہ Sleeping partner (غیر عامل شریک) ہو اور وہ اپنا کل سرمایہ Active partner (عامل شریک) سے واپس لے لے۔ اگر کل سرمایہ واپس نہ لے نصف واپس نکلوا لے تب بھی سابقہ شراکت تو باطل ہوگئی کیونکہ سرمایوں کے نئے تناسب (ratio) سے نئے عقد کی ضرورت ہوگی۔

غرض عمران اشرف صاحب کے تمام دلائل بے بنیاد ہیں۔ البتہ آخر میں وہ ایک اور دلیل دیتے ہیں جو آدمی کو غور کرنے پر مجبور کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ ایک جدید صورت ہے اور حدیث اَلْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ کے تحت مسلمان اگر اس پر اتفاق کر لیں تو جب کہ کسی حرام کی تحلیل اور حلال کی تحریم لازم نہیں آتی، اس کے اختیار سے کوئی مانع نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"In the proposed system, all the partners are treated at par. The profit of each partner is calculated on the basis of the period for joint pool. There is no doubt that the aggregate profits accrued to the pool is generated by the joint utillization of different amounts contributed by the participants at different times. Therefore, if all of them agree with mutual consent to distribute the profits on daily products basis, there is no injunction of shariah which makes it impermissible, rather it is

www.KitaboSunnat.com

covered under the general guidelines given by the Holy Prophet ﷺ in his famous hadith, as follows: "Muslims are bound by their mutual agreements unless they hold a permissible thing as prohibited or a prohibited thing as permissible."

''مجوزہ نظام میں تمام شرکا سے یکساں معاملہ کیا جاتا ہے۔ ہر شریک کا نفع اس مدت کی بنیاد پر لگایا جاتا ہے جس میں اس کا سرمایہ مشترکہ کھاتہ میں جمع رہا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مشارکہ میں کل نفع مختلف اوقات میں جمع کرائی گئی مختلف رقموں کے استعمال سے حاصل ہوا ہے۔ اس لئے اگر سب کی اس پر باہمی رضا مندی ہو کہ وہ یومیہ سرمایہ کی بنیاد پر آپس میں نفع تقسیم کریں گے تو شریعت کی کوئی نص ایسی نہیں ہے جو اس کو ناجائز قرار دیتی ہو بلکہ یہ تو نبی ﷺ کی ایک مشہور حدیث کہ مسلمان اپنی طے کی ہوئی شرطوں کے پابند ہیں جب تک وہ کسی حلال چیز کو حرام نہ کرلیں اور کسی حرام چیز کو حلال نہ کرلیں سے ثابت شدہ ضابطہ کے تحت داخل ہے۔''

لیکن ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ اس نظام کے تحت کسی اور کا حاصل کیا ہوا نفع دوسرے کو دے دیا جاتا ہے اور کسی اور کو ہونے والے نقصان کا کچھ حصہ دوسرے کے سر بھی ڈال دیا جاتا ہے۔ یہ بات یقیناً جائز نہیں ہے۔ اس وجہ سے مذکورہ صورت کو حدیث اَلْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ کا مصداق سمجھنا بھی درست نہیں ہے۔

آخر میں عمران اشرف صاحب نہ جانے کیوں بینکوں اور بینکاروں سے مرعوب ہو کر لکھتے ہیں:

"If distribution on daily products basis is not accepted, it will mean that no partner can draw any amount nor can he inject new amounts to the joint pool. Similarly, no body will be able to subscribe to the joint pool except at the paticular dates of the commencement of a new term. This arrangement is totally impracticable on the deposit side of the banks and financial institutions where the accounts are debited and credited by the depositors many times a day. The rejection of the concept of the daily products will compel them to wait for months before they deposit their surplus money in a profitable account. This will hinder the utilization of savings for development of

www.KitaboSunnat.com

industry and trade, and will keep the wheel of financial activities jammed for long periods. There is no other solution for this problem except to apply the method of daily products for the calculation of profits, and since there is no specific injunction of *Shariah* against it, there is no reason why this method should not be adopted."

''اگر یومیہ سرمایہ کی بنیاد پر نفع کی تقسیم کو قبول نہ کیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ نہ تو کوئی شریک کوئی رقم نکلوا سکتا ہے اور نہ ہی مشترکہ فنڈ میں کوئی نئی رقم شامل کی جاسکتی ہے۔اس طرح کسی کے لئے بھی ممکن نہ ہوگا کہ وہ مشترکہ فنڈ میں رقم جمع کرا سکے،سوائے نئی میعاد کے شروع ہونے کی مقررہ تاریخوں میں۔بینکوں اور مالیاتی اداروں میں بچت جمع کرانے کے اعتبار سے یہ طریقہ سرے سے ناقابل عمل ہے جہاں بچت کنندگان ایک دن میں کئی کئی بار پیسے جمع کراتے اور نکلواتے ہیں۔یومیہ سرمایہ کے تصور کو رد کر دینے سے بچت کنندگان مجبور ہوں گے کہ کسی نفع بخش کھاتہ میں فاضل سرمایہ جمع کرانے سے پہلے وہ مہینوں انتظار کریں۔یہ بات صنعت وتجارت کی ترقی کے لئے بچتوں کے استعمال سے مانع ہوگی اور اس طرح سے مالیاتی جدوجہد کے پہیئے طویل مدتوں کے لئے بالکل جام ہو کر رہ جائیں گے۔اس مسئلہ کا اس کے علاوہ کوئی اور حل نہیں ہے کہ نفع کو معلوم کرنے کے لئے یومیہ سرمایہ کے طریقہ کو اختیار کیا جائے اور چونکہ اس کے خلاف شریعت کی کوئی نص موجود نہیں ہے لہٰذا اس کو اختیار نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔''

اوپر یہ دکھانے کے بعد کہ یومیہ بنیادوں کا نظام واضح طور پر شریعت کے خلاف ہے ہمیں عمران اشرف صاحب کی اس انوکھی تقریر پر کچھ تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں سوائے اس کے کہ

''یہ کسی عام بینکر کی زبان کے الفاظ تو ہو سکتے ہیں،ایک عالم دین اور اسلامی بینکر کے نہیں۔''

⑤ شیئرز کی خرید وفروخت

اپنے مستقل مضمون میں شیئرز کی خرید وفروخت کے بارے میں ہم تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں کہ وہ ناجائز☆ ہے،لیکن مولوی عمران اشرف صاحب مرابحہ کے تحت کمپنیوں کے حصص

☆ فاضل مقالہ نگار کا مذکورہ بالا مضمون ہم قریبی شماروں میں شائع کر کے تکافل اور شیئرز کی خرید وفروخت جیسے اہم مسائل کے بارے میں مزید تفصیل عنقریب اپنے قارئین کی نذر کریں گے۔ان شاء اللہ ادارہ

www.KitaboSunnat.com

(Shares) کی خرید وفروخت کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"The shares of a lawful company can be sold or purchased on Murabahah basis because according to the principles of Islam, the shares represent ownership into assets of the company provided all other basic conditions of the transaction are fulfilled." (p. 130)

''مرابحہ کی بنیاد پر کسی باقاعدہ کمپنی کے حصص خریدے اور فروخت کئے جا سکتے ہیں، کیونکہ اسلامی اُصولوں کی رو سے جب کہ عقد کی دیگر تمام بنیادی شرائط پوری کی جا رہی ہوں یہ حصص کمپنی کے اثاثہ جات میں ملکیت کی دلیل ہیں۔''

"In an equity or mutual fund (unit trust) the amounts are invested in the shares of joint stock companies. The profits are mainly derived through the capital gains by purchasing the shares and selling them when their prices are increased. Profits are also earned through dividends distributed by the relevant companies." (p. 210)

''کسی ایکویٹی یا مشترکہ فنڈ سے جائنٹ سٹاک کمپنیوں کے حصص میں سرمایہ کاری کی جاتی ہے۔ عام طور سے انہی حصص کو خرید کر اور جب ان کی قیمت میں اضافہ ہو جائے تو ان کو فروخت کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں کمپنیاں جو نفع دیتی ہیں وہ بھی حاصل ہوتا ہے۔''

⑥ اسلامی بینک کا اپنے وکیلوں اور نمائندوں پر اندھا اعتماد

ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں غلط بیانی کوئی بڑی چیز نہیں ہے۔ جعلی رسیدیں اور واؤچرز بنانا عام معمول کا حصہ ہے۔ ان حالات میں ایک اہم اور انقلابی نظام کو ایسے لوگوں کے سہارے پر چھوڑ دیا جائے تو اس نظام کی شکل کے بننے سے پہلے ہی بگڑنے کا قوی اندیشہ ہے جو قریب قریب یقین کے ہے۔ بلکہ موجودہ حالات میں تو بینک کے نمائندے کی تصدیق پر بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ کسی بھی شخص کی جیب میں پانچ سو یا ہزار کا نوٹ ڈالا جائے تو وہ دستخط کیوں نہ کرے یا کب تک نہ کرے؟ میزان بنک اور البرکہ بینک اور دیگر اسلامی بینکوں میں جس قسم کا عملہ موجود ہے وہ City Bank (سٹی بینک) یا Hong Kong Bank (ہانگ کانگ بینک) سے مختلف نہیں ہے۔ اس کی وضع قطع اور اس کی ہیئت سے ایسا کوئی تاثر نہیں ملتا

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ کوئی مشنری (Missionary) جذبہ رکھتا ہے جب کہ انقلابی قسم کے کاموں کی کامیابی کا انحصار ان لوگوں پر ہوتا ہے جو انقلابی ذہن اور مشنری جذبہ رکھتے ہوں۔ محض Professionals (پیشہ وروں) سے ایسی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اور اگر بالفرض تصدیق کنندہ دیانتدار بھی ہو، تب بھی اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ عمیل نے سابقہ پڑا ہوا مال نہ دکھا دیا ہو یا کسی سے وقتی عاریت کے تحت لے کر نہ دکھا دیا ہو۔

مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے دارالعلوم میں 'مجلس تحقیق مسائلِ حاضرہ' نے مرابحہ مؤجلہ کے ذریعہ سرمایہ کاری کے تحت یہ تجویز دی:

''مثلاً ایک کاشتکار بینک سے ٹریکٹر کی خریداری کے لئے قرض لینا چاہتا ہے تو بینک اس کو قرض دینے کے بجائے خود ٹریکٹر خرید کر بصورتِ مرابحہ مؤجلہ فروخت کردے گا۔

بینک کے لئے از خود تمام مطلوبہ اشیا کی خریداری براہِ راست مشکل ہے، اس لئے وہ مطلوبہ اشیا کی خریداری کے لئے خود عمیل کو اپنا وکیل بنا دے گا اور یہ عمیل پہلے وہ چیز مثلاً ٹریکٹر بینک کے وکیل کی حیثیت سے خرید کر قبضہ میں لے لے گا اور خریداری کی تکمیل پر بینک کو مطلع کر دے گا کہ میں نے وکالت کی بنیاد پر آپ کے لئے ٹریکٹر خرید کر اپنے قبضہ میں لے لیا ہے اور اب میں وہ ٹریکٹر آپ سے اپنے لئے خریدنا چاہتا ہوں۔'' (احسن الفتاویٰ: ۱۱۹/۷)

مولانا مفتی رشید احمد صاحبؒ نے اس پر حاشیہ لکھا:

''مجلس نے یہاں یہ اضافہ بھی کیا تھا جو غالباً سہواً تحریر سے رہ گیا ہے۔ بینک عمیل کے قبضہ کی تصدیق کیلئے اپنا کوئی نمائندہ بھیجے گا جو قبضہ ثابت ہونے پر اس کا سرٹیفکیٹ دے گا۔'' (ایضاً)

لیکن اسلامی بینک ایسے کسی تحفظ کا تکلف اُٹھانے کو تیار نہیں اور وہ اپنے عمیل کو کھلا موقع دیتا ہے۔ خود عمران اشرف عثمانی صاحب اپنی کتاب میں اس تحفظ کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"An agency agreement is signed by both parties in which the institution appoints the client as his agent for purchasing the commodity on its behalf.

The client purchases the commmodity on behalf of the institution and takes possession as the agent of the institution. The client informs the institution that he has purchased the

www.KitaboSunnat.com

commodity and simultaneously makes an offer to purchase it from the institution." (Islamic Banking: p.127)

''دو پارٹیاں (یعنی بینک اور عمیل) ایک وکالت نامہ پر دستخط کریں گے جس کے تحت بینک عمیل کو بینک کے لئے سودا خریدنے کی خاطر اپنا وکیل مقرر کرتا ہے۔ عمیل بینک کے لئے وہ سامان خریدتا ہے اور بینک کے وکیل کے طور پر اس سامان پر قبضہ کرتا ہے۔ پھر عمیل بینک کو اطلاع دیتا ہے کہ اس نے سامان خرید لیا ہے اور ساتھ ہی بینک سے اس کو خریدنے کی پیش کش بھی کرتا ہے۔''

مذکورہ بالا قوی خطرات کے ہوتے ہوئے موجودہ حالات میں اسلامی بینک کی اس عملی شق پر ظاہر ہے کہ اطمینان نہیں کیا جا سکتا۔

⑥ ہنڈی (Bill of Exchange) پر قرض کی شرط

عمران اشرف صاحب لکھتے ہیں:

"The exporter with the bill of exchange can appoint the bank as his agent to collect receivable on his behalf. The bank can charge a fee for this service and can pvovide interest free loan to the exporter which is equal to the amount of the bill, and the exporter will give his consent to the bank that it can keep the amount received from the bill as a payment of the loan.

Here two processes are separated and thus two agreements will be made. One will authorize the bank to collect the loan on his behalf as an agent for which he will charge a particular fee. The second agreement will provide interest free loan to the exporter, and authorize the bank for keeping the amount received through bill as a payment for loan.

These agreements are correct and allowed according to Shariah because collecting fee for service and giving interest free loan is permissible." (Meezan Banks' guide: pp 198-199)

''برآمد کنندہ جس کے پاس ہنڈی ہے، وہ بینک کو اپنا وکیل بنا سکتا ہے تاکہ وہ اس کی طرف سے رقم وصول کرے۔ اس کام کے لئے بینک اُجرت وصول کرسکتا ہے اور ساتھ ہی برآمد کنندہ

www.KitaboSunnat.com

کو اتنی رقم کا غیر سودی قرضہ جاری کرسکتا ہے جو ہنڈی کی رقم کے برابر ہو، نیز برآمد کنندہ بینک کو اپنی یہ رضامندی دے سکتا ہے کہ وہ ہنڈی کی رقم وصول ہونے پر اس کو قرض کی واپسی میں شمار کرلے۔

یہاں دو جدا جدا عمل ہیں لہٰذا معاہدے بھی دو ہوں گے۔ ایک معاہدے کے تحت بینک کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ ہنڈی کی رقم برآمد کنندہ کے لئے وصول کرے اور اس پر مخصوص اُجرت لے۔ دوسرے معاہدے کے تحت بینک برآمد کنندہ کو غیر سودی قرضہ مہیا کرے گا نیز بینک کو اختیار ہوگا کہ وہ ہنڈی کی رقم اپنے قرض کی واپسی میں رکھ لے۔

یہ معاہدے شریعت کی رو سے درست اور جائز ہیں کیونکہ کسی خدمت پر اجرت لینا بھی جائز ہے اور غیر سودی قرضہ دینا بھی جائز ہے۔''

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ہنڈی یعنی Bill of Exchange کو مثلاً برآمد کنندہ بینک کے پاس لے جائے جو رقم کی وصولی کے لئے برآمد کنندہ سے اپنی فیس وصول کرے۔ البتہ بینک برآمد کنندہ کو علیحدہ سے بل کی رقم کے برابر غیر سودی قرضہ بھی دے۔ یہ دو معاملات علیحدہ علیحدہ کئے جائیں۔

یہ تدبیر بالکل غیر مناسب ہے کیونکہ ان دو معاملات کو علیحدہ علیحدہ کرنے کے باوجود ان میں وہ خرابی موجود رہتی ہے جو ان کے اکٹھے ہونے میں سمجھی گئی ہے۔ وہ اس طرح سے کہ بینک کی پالیسی کو قانونی حیثیت حاصل ہوتی ہے جس پر اس کا مؤاخذہ ہوسکتا ہے لہٰذا برآمد کنندہ جب اپنے بل کی وصولی کے لئے فیس اور اُجرت دے گا تبھی قانونی طور پر بینک سے قرضہ وصول کرسکتا ہے، گویا قانونی اعتبار سے اجارہ قرضہ کے ساتھ مشروط ہوتا ہے۔ یہ شرط اس طرح کی نہیں جس پر فریقین نے پہلے سمجھوتہ کرلیا ہو اور عقد میں اس کو ذکر نہ کیا ہو کیونکہ اس شرط کو قانونی حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں المعروف کالمشروط کا قاعدہ بھی یہاں چلتا ہے، لہٰذا اجارہ فاسد ہوگا۔

⑧ بینک کا عملہ و ماحول

چھٹی خرابی بیان کرتے ہوئے ہم نے لکھا تھا کہ

''اسلامی بینک میں جس قسم کا عملہ موجود ہے وہ City Bank (سٹی بینک) یا Hong

www.KitaboSunnat.com

Kong Bank (ہانگ کانگ بینک) سے مختلف نہیں۔ اس کی وضع قطع اور اس کی ہیئت سے ایسا کوئی تاثر نہیں ملتا کہ وہ مشنری جذبہ رکھتا ہے جب کہ انقلابی قسم کے کاموں کی کامیابی کا انحصار ان لوگوں پر ہوتا ہے جو انقلابی ذہن اور مشنری جذبہ رکھتے ہوں۔ محض Professionals (پیشہ وروں) سے ایسی توقع نہیں کی جاسکتی۔''

دارالعلوم کے مولانا ڈاکٹر اعجاز احمد صمدانی صاحب اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک اہم بات جس کی شکایت بہت سے لوگوں کو کرتے دیکھا ہے یہ ہے کہ اسلامی بینکوں میں کام کرنے والے افراد کا لباس اور وضع قطع بھی اسی طرح ہوتی ہے جس طرح کنوینشنل بینکوں میں کام کرنے والے افراد کی ہوتی ہے، اسی طرح کنوینشنل بینکوں کی طرح اسلامی بینکوں میں بے پردہ خواتین کام کرتی ہیں۔ بلاشبہ یہ دونوں پہلو توجہ طلب ہیں اور اسلامی بینکوں کو چاہئے کہ وہ اس سلسلہ میں ممکنہ جلدی کے ساتھ مثبت قدم اُٹھائیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اسلامی بینک کے ساتھ معاملہ کرنے والے ڈیپازیٹرز اور کلائنٹس مناسب طریقے سے ان پر دباؤ ڈالیں تو اس کے بہت مفید اثرات سامنے آسکتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب تک مذکورہ تبدیلی عملی طور پر نہیں آجاتی اس وقت تک انہیں اسلامی بینک کہنا ہی جائز نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ انہیں اسلامی بینک کہنے کا مطلب صرف اور صرف اتنا ہے کہ ان میں ہونے والے مالی معاملات شرعی اصولوں سے متصادم نہیں۔

اس وقت پاکستان سمیت کتنے ہی اسلامی ملکوں میں اسلامی یونیورسٹیوں یا عام یونیورسٹیوں کے کلیہ معارفِ اسلامیہ میں پینٹ شرٹ میں ملبوس اَفراد اور بے پردہ خواتین نظر آتی ہیں لیکن آج تک کسی مفتی صاحب کا ان یونیورسٹیوں کو غیر اسلامی یونیورسٹیاں یا ان کلیات کو غیر اسلامی کلیات قرار دینے کا فتویٰ احقر کی نظر سے نہیں گذرا۔ اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان اداروں کو اسلامی کہنے کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ ان میں اسلامیات سے متعلق نصاب کی تعلیم دی جاتی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ ان اداروں میں پڑھنے والے ہر فرد کی وضع قطع بھی شریعت کے مطابق ہے۔ اگر ان اداروں کو اسلامی کہنے کی گنجائش ہے تو ان بینکوں کو بھی اسلامی کہنا ناجائز نہیں۔'' (اسلامی بینکاری: ایک حقیقت پسندانہ جائزہ ص ۶۳)

ہمیں ان کو اسلامی بینک کا نام دینے پر بڑا اعتراض نہیں کیونکہ نام دینے میں کلی مناسبت کا ہونا ضروری نہیں بلکہ جزوی مناسبت بھی کافی ہوتی ہے البتہ صمدانی صاحب کے غور کے لئے یہ بات نکلتی ہے کہ اسلام آباد کی اسلامی یونیورسٹی اور کراچی کے دارالعلوم میں فرق کیا صرف اتنا

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اسلامی یونیورسٹی کے لڑکے پینٹ شرٹ پہنتے ہیں اور لڑکیاں بے پردہ رہتی ہیں اور دارالعلوم کے لڑکے کرتا شلوار پہنتے اور ٹوپی اوڑھتے ہیں؟ ظاہری وضع قطع تو ایک مظہر ہے جو دکھاتا ہے کہ دونوں اداروں کی اساسی فکر، تعلیم وتربیت اور نصاب کے مزاج و نظام میں خاصا فرق ہے جس کی وجہ سے اسلامی یونیورسٹی کا کوئی طالب علم اپنی غیر اسلامی وضع قطع کے ساتھ دارالعلوم کے ماحول میں نہیں سما سکتا۔

انسان کی وضع قطع ہی عام طور سے اس کے رجحانات ومیلانات کی نشاندہی کرتی نظر آتی ہے۔ اسی وجہ سے تو یونیفارم پر زور دیا جاتا ہے اور یورپ اور ترکی میں عورتوں کا سکارف معرکہ آرا مسئلہ بنا ہوا ہے۔ اسی لیے جب کسی اسلامی بینک میں غیر اسلامی وضع قطع والے عملہ کو دیکھا جاتا ہے تو دیکھنے والا یہی نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ یہاں اسلامی یونیورسٹی کا سا ماحول ہے۔ اور جیسے اسلامی یونیورسٹی کا تعلیم وتربیت کا نظام ونصاب خالص اور کھرا اسلامی نہیں جیسا کہ دارالعلوم کا ہے، اسی طرح اس اسلامی بینک کا بینکنگ نظام بھی خالص اور کھرا اسلامی نہیں ہوسکتا اس میں ضرور کچھ آمیزش ہے۔

غرض اسلامی بینکوں کے مالک اور ان کا عملہ جب غیر اسلامی وضع قطع کا حامل ہے تو عام سمجھ بوجھ والا آدمی بھی یہ سمجھنے میں حق بجانب ہے کہ ان لوگوں نے اسلامی بینکنگ کو مشنری جذبہ سے نہیں لیا بلکہ ایک خالص پیشہ ور کی حیثیت سے لیا ہے جیسا کہ برطانیہ میں بھی غیر مسلموں نے اسلامی بینکنگ کو اختیار کیا ہے اور یہ اپنے مفادات کے تابع ہیں اور کوئی بعید نہیں کہ کسی بھی وقت یہ اپنے نظام میں من چاہی تبدیلی کرلیں۔ یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جو مروّجہ اسلامی بینکنگ کو مشتبہ بنا دیتا ہے کہ آخر ان لوگوں نے کہ جو اپنے وجود پر اسلام نافذ کرنے کو تیار نہیں، اسلامی بینکنگ کو کیوں اختیار کیا ہے اور ہماری جس حکومت نے غیر سودی بینکنگ کے حق میں فیصلہ دینے کی وجہ سے مولانا تقی عثمانی مدظلہ کو شرعی عدالت سے نکال دیا تھا، اس کے وزیروں نے کچھ ہی مدت بعد اسلامی بینکنگ کی اذانیں کیسے دینی شروع کردیں۔ اور امریکہ جو ہمارے ہاں کی نصاب کی کتابوں سے ان آیتوں کو نکلواتا ہے جن سے طلبہ کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھاتے تھے، صرف ملکی ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی پلیٹ فارم پر اتنے اہم اسلامی نظام کو کیسے برداشت کررہا ہے......؟

www.KitaboSunnat.com

معیشت واقتصاد

مولانا حافظ ذوالفقار علی
ابوہریرہ شریعہ کالج، لاہور

بیع سَلَم کے اُصول اور اسلامی بنک

بعض اسلامی بینکوں میں تمویلی سرگرمیوں کے لئے بیع سلم کا استعمال بھی جاری ہے۔ سَلَم ایک معروف شرعی اصطلاح ہے جس سے مراد لین دین اور خرید وفروخت کی وہ قسم ہے جس میں ایک شخص یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ وہ مستقبل کی فلاں تاریخ پر خریدار کو ان صفات کی حامل فلاں چیز مہیا کرے گا۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

وَالسَّلَمُ شَرْعًا بَيْعٌ مَوْصُوْفٌ فِي الذِّمَّةِ (فتح الباری:۴/۵۴۰)

''سلم کا شرعی معنی: ایسی چیز بیچنے کی ذمہ داری اُٹھانا ہے جس کی صفات بیان کر دی گئی ہوں۔''

اس کو سَلَف بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس میں بیچی گئی چیز کی قیمت معاہدے کے وقت ہی ادا کر دی جاتی ہے۔ یعنی یہ بیع کی وہ قسم ہے جس میں قیمت تو فوری ادا کر دی جاتی ہے مگر چیز بعد میں فراہم کی جاتی ہے۔

نبی ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں بیع کی یہ صورت بھی رائج تھی۔ آپ ﷺ نے اس سے کلیۃً منع کرنے کی بجائے بنیادی اصلاحات کر کے اس کو باقی رکھا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں:

قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ بِالتَّمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلاَثَ ، فَقَالَ: «مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَفِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ ، إِلَىٰ أَجَلٍ مَعْلُومٍ»
(صحیح بخاری:۲۲۴۱)

''نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ کھجوروں میں دو اور تین سال کے لئے بیع سلم کرتے تھے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: جو شخص بیع سلم کرنا چاہتا ہے، وہ متعین پیمانے اور وزن میں متعین مدت کے لیے کرے۔''

دوسری جگہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

أَشْهَدُ أَنَّ السَّلَفَ الْمَضْمُوْنَ إِلىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى قَدْ أَحَلَّهُ اللهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَأَذِنَ فِيهِ ثُمَّ قَرَأَ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ﴾

(مصنف ابن ابی شیبہ:۵/۲۷۷،مستدرک حاکم:۲/۲۵۸)

''میں گواہی دیتا ہوں کہ مقررہ مدت تک ضمانت دی گئی سلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب جائز قرار دیا ہے اور اس کی اجازت دی ہے۔ پھر اُنہوں نے قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

''اے ایمان والو! جب تم آپس میں مقررہ وقت تک اُدھار کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔''

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کہتے ہیں:

إِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ عَلىٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ (صحیح بخاری:۲۲۴۳)

''ہم رسول اللہؐ، ابوبکرؓ اور عمرؓ کے دور میں گندم، جو، کھجور اور منقیٰ میں بیع سلم کرتے تھے۔''

شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلىٰ مَشْرُوعِيَّتِهٖ إِلَّا مَا حُكِيَ عَنْ ابْنِ الْمُسَيِّبِ (۴/۵۴۰)

''سعید بن مسیبؒ کے علاوہ تمام علماء اس کے جواز پر متفق ہیں۔''

سلم کی اجازت کا فلسفہ

بعض کسانوں اور مینوفیکچرز کے پاس ضرورت کے مطابق مثلاً بیج، کھاد، آلات، خام مال خریدنے اور لیبر کے لئے رقم نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو اسلام نے یہ سہولت دی ہے کہ وہ حصولِ رقم کی خاطر اپنی فصل یا پیداوار قبل از وقت فروخت کر سکتے ہیں تاکہ قرض کے لئے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچے رہیں۔ یاد رہے کہ یہ اجازت شریعت کے اس عام اصول سے استثنا ہے کہ معدوم شے کی بیع حرام ہے، اور اس استثنا کی دلیل خود فرمانِ نبویؐ ہے۔

اس اجازت کا اِضافی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی چیز بیچنے کے لئے گاہک تلاش کرنے کی فکر سے آزاد ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کا سودا پہلے ہی ہو چکا ہوتا ہے۔ اس سے خریدار کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سلم میں طے کردہ قیمت ان چیزوں کی اس قیمت سے کم ہوتی ہے جو نقد ادا کی جانی ہو۔ نیز اگر چیز آگے بیچنا چاہتا ہو تو مارکیٹنگ کے لئے بھی مناسب وقت مل جاتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

کیا سلم خلافِ قیاس ہے؟

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ شرعی اُصول کے مطابق انسان کو وہی چیز بیچنے کی اجازت ہے جو نہ صرف وجود میں آچکی ہو بلکہ اس کی ملکیت اور قبضہ میں ہو جبکہ سلم میں عقد کے وقت چیز کا وجود ہی نہیں ہوتا۔اس بنا پر بعض فقہا نے کہا ہے کہ سلم بیع معدوم کی ایک استثنائی صورت ہے۔مگر امام ابن قیمؒ اس سے متفق نہیں ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

وأما السلم فمن ظن أنه على خلاف القياس وتوهم دخوله تحت قول النبيﷺ:«لا تَبع ما ليس عندك» فإنه بيع معدوم والقياس يمنع منه والصواب أنه على وفق القياس فإنه بيع مضمون في الذمة موصوف مقدور على تسليمه غالبًا وهو كالمعارضة على المنافع في الإجارة وقد تقدم أنه على وفق القياس (اِعلام الموقعین:۱۹/۲)

''اس کا مطلب ہے کہ جو حضرات سلم کو خلافِ قیاس سمجھتے ہیں، وہ اس کو نبی ﷺ کے اس ارشاد''جو چیز تیرے پاس موجود نہیں، اس کو فروخت نہ کر۔''میں داخل سمجھنے کی غلطی کرتے ہیں جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ قیاس کے مطابق ہے۔کیونکہ یہ ایسی بیع ہے جس میں انسان ایسی چیز جس کو عام طور پر حوالے کرسکتا ہو، کو طے شدہ صفات کے مطابق بیچنے کی ذمہ داری اُٹھاتا ہے۔اور اس کی مثال اِجارہ میں منفعت کا معاوضہ لینے جیسی ہے۔اور جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اجارہ قیاس کے مطابق ہے۔''

بیع سلم کی شرطیں

اس میں ان تمام پابندیوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے جو شریعت نے عام بیع کے لئے مقرر کی ہیں، تاہم معاملہ کو غرر (دھوکہ) سے پاک رکھنے کے لئے کچھ خاص شرطیں بھی رکھی گئی ہیں۔مثلاً

① جس چیز کا سودا کیا جا رہا ہو معاہدے کے وقت اس کی نوعیت، اوصاف، مقدار، تعداد اور مالیت کا تعین پہلے سے کیا جاسکتا ہو۔جن چیزوں میں ایسا ممکن نہ ہو، ان میں بیع سلم جائز نہیں ہوتی جیسے قیمتی موتی، جواہرات اور نوادرات ہیں، کیونکہ ان کی اکائیاں ایک دوسرے سے کافی مختلف ہوتی ہیں۔

② جو چیز بیچی اور جو قیمت میں دی جا رہی ہو، دونوں کا تعلق ان اَموال سے نہ ہو جن میں

www.KitaboSunnat.com

فوری قبضہ کی شرط ضروری ہے جیسے چاندی کے عوض سونے کی بیع یا گندم کے بدلے گندم کا سودا کیونکہ اس قسم کے تبادلہ میں فرمان نبوی کے مطابق موقع پر قبضہ شرط ہے۔

③ مکمل قیمت معاہدہ کے وقت ہی ادا کر دی جائے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ سَلَّفَ فِيْ تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِيْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ وَّوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ» (صحیح بخاری:۲۲۳۹)

''جو کھجوروں میں بیع سلف کرے وہ معلوم پیمانے اور معلوم وزن میں کرے۔''

سلف 'سلم' کا ہی دوسرا نام ہے اور اس کو سلف اس لئے کہا جاتا کہ اس میں قیمت پیشگی ادا کر دی جاتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں یعنی پیشگی قیمت کی شرط آپ ﷺ نے خود لگائی ہے۔ اور اگر پوری قیمت پہلے ادا نہ کی جائے تو یہ ادھار کا اُدھار کے ساتھ تبادلہ ہوگا جو شرعاً ممنوع ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

وَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّهُ يَشْتَرِط لَهُ مَا يَشْتَرِط لِلْبَيْعِ وَعَلَى تَسْلِيم رَأْس الْمَال فِي الْمَجْلِس (فتح الباری:۵۴۰/۴)

''علماء اس پر متفق ہیں کہ اس کی بھی وہی شرطیں ہیں جو عام بیع کی ہیں اور اس پر بھی متفق ہیں کہ اسی مجلس میں راس المال حوالے کرنا ضروری ہے۔''

امام شوکانیؒ لکھتے ہیں:

هذا الشرط لابد منه ولا يتم السلم إلا به وإلا كان من بيع الكالي بالكالي وقد قدمنا النهي عنه (السیل الجرار:۱۵۸/۳)

''یہ شرط ضروری ہے، اس کے بغیر سلم مکمل نہیں ہوتی ورنہ یہ اُدھار کی ادھار کے ساتھ بیع ہوگی اور اس کی ممانعت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔''

④ مدتِ حوالگی پوری طرح واضح ہو۔ اگر اس میں کسی قسم کا ابہام پایا جائے تو بیع سلم درست نہ ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ. وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُوْرَ إِلٰى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِي فِيْ بَطْنِهَا (صحیح بخاری:۱۹۹۹)

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے حاملہ کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ (نافع کہتے ہیں کہ) بیع

www.KitaboSunnat.com

کی یہ صورت زمانۂ جاہلیت میں رائج تھی ۔ آدمی اس وعدہ پر اونٹ خریدتا کہ جب اونٹنی جنے، پھر وہ بڑی ہوکر جنے ، میں تب قیمت دوں گا''

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں :

لَا تَبَايَعُوْا إِلَى الْحَصَادِ وَالدِّيَاسِ وَلَا تَتَبَايَعُوْا إِلَّا إِلىٰ أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ
(اِرواء الغلیل :۵/۲۱۷)

''فصل کاٹنے یا گاہنے تک بیع نہ کرو بلکہ متعین مدت تک کرو۔''

ان دونوں صورتوں میں چونکہ مدت میں ابہام ہے، اس لئے یہ جائز نہیں ہیں ۔

⑤ مخصوص باغ یا زمین کے مخصوص قطعہ کی پیداوار میں بیع سلم نہیں ہوسکتی، کیونکہ اس میں غرر پایا جاتا ہے ۔ ممکن ہے کہ وہ باغ پھل نہ دے یا قطعہ زمین میں فصل ہی نہ ہو۔ زید بن سعنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

هَلْ لَكَ أَنْ تَبِيْعَنِي تَمْرًا مَعْلُومًا إِلىٰ أَجَل مَعْلُوْمٍ مِنْ حَائِط بَنِيْ فُلان قَالَ: لَا أَبِيْعُكَ مِنْ حَائِطٍ مُسَمًّى ، بَلْ أَبِيْعُكَ أَوْسُقًا مُسَمَّاةً إِلىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى
(فتح الباری:۴/۵۴۶)

''کیا آپ مجھے بنوفلاں کے باغ سے متعین مدت کے لیے متعین کھجوریں فروخت کریں گے۔ آپ نے فرمایا: متعین باغ سے نہیں بلکہ متعین وسق متعین مدت کے لیے فروخت کرتا ہوں۔''

شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ رقم طراز ہیں :

وَنَقَلَ اِبْنُ الْمُنْذِرِ اِتِّفَاقَ الْأَكْثَرَ عَلىٰ مَنْعِ السَّلَمِ فِيْ بُسْتَانٍ مُعَيَّنٍ لِأَنَّهُ غَرَرٌ

''ابن منذر نے متعین باغ میں سلم کی ممانعت پر اکثر کا اتفاق نقل کیا ہے۔'' (ایضاً)

ڈاکٹر علامہ محمد سلیمان اشقر لکھتے ہیں:

''دورِ حاضر میں اس کی بعض صورتوں میں نظر ثانی ہونی چاہیے، کیونکہ بعض بڑی بڑی فیکٹریاں ایسی ہیں جن کی مصنوعات بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہیں اور ان کی مصنوعات میں ایسی خوبیاں ہیں جو دوسری فیکٹریوں کی مصنوعات میں نہیں پائی جاتیں۔ جیسے مرسڈیز کمپنی کی گاڑیاں یا توشیبا کے ٹیلی ویژن ہیں۔ اگر کوئی مرسڈیز گاڑی کے ماڈل نمبر۲۰۰ کو۱۹۹۴ء میں سلم کرنا چاہے تو یہ جائز ہونی چاہیے بلکہ میرے نزدیک گاڑیوں میں اس وقت تک سلم درست نہیں جب تک فیکٹری کا نام ذکر نہ کیا جائے۔ صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ گاڑی پانچ سیٹوں والی

www.KitaboSunnat.com

اور فلاں سال کا ماڈل ہو، کیونکہ قیمتوں کے فرق کی وجہ سے اس میں جہالت پائی جاتی ہے جو نزاع کا باعث بن سکتی ہے۔ گاڑیوں کے علاوہ دوسری بڑی فیکٹریوں جن کی پیداوار بازاروں میں عام ہے، کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ مخصوص زرعی فارم اور محدود پیداوار کے حامل کارخانے کا یہ حکم نہیں کیونکہ اس کی پیداوار بند بھی ہوسکتی ہے۔''

[البحوث الفقهية في قضايا الاقتصادية المعاصرة:۱/۱۹۴،۱۹۵]

علامہ سلیمان اشقر کے خیال میں بعض مالکی فقہا جیسے ابن شاس اور ابن الحاجب کے کلام سے بھی اس نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے۔ اُنہوں نے متعین باغ کے پھل میں سلم ناجائز ہونے کے ساتھ یہ شرط لگائی ہے کہ ''وہ باغ چھوٹا نہ ہو۔'' اور جانوروں میں یہ قید لگائی ہے کہ ''ان کا تعلق ایسی نسل سے نہ ہو جو کم پائی جاتی ہو۔'' اس کا مطلب ہے کہ باغ اگر بڑا اور جانور کی نسل زیادہ پائی جاتی ہو تو اس میں سلم غیر متعین کی طرح ہی ہے۔

مزید لکھتے ہیں کہ بعض فقہا کے اس کلام کہ ''بڑی بستی کے پھل میں سلم جائز ہے، لیکن اگر چھوٹی ہو تو پھر جائز نہیں۔'' سے بھی اس کو تقویت ملتی ہے۔ (ایضاً)

نوٹ: شیئرز کے سودوں میں چونکہ کمپنی کا نام ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے جس سے اس کی حیثیت متعین چیز میں سلم کی ہو جاتی ہے جو ناجائز ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ جب سپردگی کا وقت آئے تو مارکیٹ میں اس کمپنی کے شیئرز دستیاب ہی نہ ہوں لہٰذا شیئرز میں بیع سلم درست نہیں۔

سَلَم اور اِسْتِصْنَاع میں فرق

استصناع کا معنی ہے: آڈر پر کوئی چیز تیار کروانا۔ اہل حدیث علما کی رائے میں یہ سلم کی ہی ایک ذیلی قسم ہے جس کا تعلق ایسی اشیا سے ہے جو آڈر پر تیار کروائی جاتی ہیں اور اس میں پابندیاں قدرے نرم ہیں۔ مثلاً اس میں پوری قیمت پیشگی ادا کرنا ضروری نہیں۔

ڈاکٹر علی احمد سالوسؒ لکھتے ہیں:

الاستصناع عند المالكية والشافعية والحنابلة جزء من السلم لا يصح إلا بشروطه وهو عند الحنفية عدا زفر عقد مستقل له شروطه وأحكامه الخاصة (موسوعۃ القضایا الفقہیہ المعاصرۃ والاقتصاد الاسلامی:ص۸۴۲)

''مالکیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کے نزدیک استصناع سلم کی ہی ایک قسم ہے جو

www.KitaboSunnat.com

سلم کی شرطوں کے بغیر درست نہیں ہوتی۔ البتہ امام زفر کے علاوہ باقی حنفیوں کے نزدیک یہ ایک مستقل عقد ہے جس کی اپنی شرطیں اور خاص احکام ہیں۔''

سلم میں رَہن اور ضمانت طلب کرنا

بیع سلم میں بیچی گئی چیز چونکہ فروخت کنندہ کے ذمہ اُدھار ہوتی ہے لہٰذا خریدار حوالگی یقینی بنانے کے لئے رہن یا گارنٹی کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ ہم اوپر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے بیان کرآئے ہیں کہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر۲۸۲:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلٰى اَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ﴾

''اے ایمان والو! جب تم آپس میں مقرر وقت تک ادھار کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔''

میں بیع سلم بھی شامل ہے جبکہ اس سے بعد والی آیت میں اُدھار میں رہن کی اجازت دی گئی ہے۔ یعنی سلم میں رہن کا جواز قرآن سے ثابت ہے۔ امام بخاریؒ نے اس کے حق میں بایں الفاظ بَابُ الرَّهْنِ فِي السَّلَمِ ''سلم میں رہن کا ثبوت'' عنوان قائم کیا ہے اور یہ روایت ذکر کی ہے کہ اعمشؒ کہتے ہیں:

تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ فَقَالَ حَدَّثَنِي الأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ، وَارْتَهَنَ مِنْهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ (صحیح بخاری:۲۰۹۳)

''ہم نے ابراہیم کے پاس سلم میں رہن کے متعلق گفتگو کی تو اُنہوں نے فرمایا: مجھے اَسود نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ایک یہودی سے متعین مدت کے لئے غلہ خریدا اور اس کے پاس لوہے کی زرہ گروی رکھی۔''

سلم میں قبضہ کی مدت

چونکہ حدیث وسنت میں بیع سلم میں قبضہ کی کم از کم مدت کے متعلق کوئی صراحت نہیں ملتی اسلئے اس بارے میں فقہا میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ایک گھڑی کی مہلت بھی کافی ہے جبکہ بعض نصف یوم، بعض دو یا تین اور بعض پندرہ دن کے قائل ہیں۔ (عمدۃ القاری:۵۸۱/۸)

علامہ ابن قدامہؒ کی رائے میں کم از کم اتنی مدت ہونی چاہیے جس کا قیمتوں پر مناسب اثر پڑتا ہو اور وہ مدت ایک مہینہ یا اس کے قریب ہے۔ (المغنی:۴۰۴/۶)

www.KitaboSunnat.com

صحیح بات یہ ہے کہ فریقین کو باہمی رضامندی سے کوئی بھی مدت مقرر کرنے کا اختیار ہے۔

☆ ایک تو اس لیے کہ ذخیرۂ احادیث میں نبی کریم ﷺ سے کم از کم مدت کے متعلق کوئی روایت منقول نہیں۔

☆ دوسرا اس لیے کہ سلم کی اجازت کا مقصد لوگوں کو سہولت دینا ہے اور یہ مقصد تب ہی حاصل ہوسکتا ہے جب مدت کی پابندی نہ ہو۔

حوالگی میں تاخیر پر جرمانہ

سلم میں بیچی گئی چیز چونکہ فروخت کنندہ کے ذمے دَین (اُدھار) ہوتی ہے جس میں تاخیر پر جرمانہ صریح سود شمار ہوتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے:

مَنْ أَسْلَفَ سَلَفًا فَلاَ يَشْتَرِطْ إِلاَّ قَضَاءَهُ

(مؤطا امام مالک، باب مالا یجوز من السلف: ۱۳۸۸)

''جو بیع سلم کرے، وہ ادائیگی کے علاوہ کوئی شرط عائد نہ کرے۔''

اسلامی بینکوں کی رہنمائی کے لئے مرتب کردہ شریعہ سٹینڈرز میں ہے:

لَا يَجُوْزُ الشَّرْطُ الْجُزَائِيْ عَنِ التَّأْخِيْرِ فِيْ تَسْلِيْمِ الْمُسْلَمِ فِيْهِ (ص۱۶۲)

''جس چیز میں سلم کا سودا ہوا ہو، اس کی تاخیر پر شرطِ جزائی جائز نہیں۔''

صفحہ ۱۷۰ میں ممانعت کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جس چیز کا سودا ہوا ہے، وہ بیچنے والے کے ذمہ دَین ہے جس پر اضافہ کی شرط سود شمار ہوتی ہے۔اگر فروخت کنندہ تنگ دستی کی وجہ سے بروقت چیز مہیا نہ کر سکے تو اس کو آسانی ہونے تک موقع دیا جائے گا۔

اگر مطلوبہ چیز کی پیداوار کم ہونے یا بازار میں دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے بائع کے لئے بروقت سپردگی ممکن نہ ہو تو خریدار کے پاس اختیار ہے کہ وہ:

☆ بازار میں آسانی سے دستیاب ہونے کا انتظار کرے۔ یا

☆ سودا ختم کر کے اپنی رقم وصول کر لے۔ (المعاییر الشرعیة: ص۱۶۲)

اگر عمداً تاخیری حربے استعمال کرے تو خریدار اس کی گارنٹی بیچنے کا حق رکھتا ہے، ایسی صورت میں خریدار کے پاس دو ہی اختیار ہوں گے:

www.KitaboSunnat.com

☆ گارنٹی سے حاصل شدہ رقم سے اس قسم کی چیز بازار سے خرید لے۔

☆ یا اپنی اصل رقم وصول پالے۔

لیکن اضافی رقم خواہ جرمانے کے نام پر ہی کیوں نہ ہو، وصول نہیں کی جاسکتی۔بعض حضرات کی رائے میں اگر جرمانہ کی رقم قرض خواہ یا اُدھار دینے والے کی آمدن کا حصہ نہ بنے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔لیکن یہ رائے صائب نہیں، کیونکہ شرعاً قرض یا اُدھار پر مشروط اضافہ سود کے زمرہ میں داخل ہے، اس میں آمدن کا حصہ بننے یا نہ بننے کی شرط نہیں۔

قبضہ سے پہلے بیچنا

سلم کے ذریعے خریدی گئی چیز جب تک خریدار کے قبضہ میں نہ آجائے، اس کو آگے فروخت کرنا منع ہے۔کیونکہ یہ دَین ہے جس کو بیچنا شرعاً درست نہیں۔علاوہ ازیں احادیث میں قبضہ سے قبل فروخت کی ممانعت ہے۔چنانچہ علامہ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں:

أَمَّا بَيْعُ الْمُسْلَمِ فِيهِ قَبْلَ قَبْضِهِ فَلَا نَعْلَمُ فِي تَحْرِيمِهِ خِلَافًا، وَقَدْ نَهٰى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ قَبْضِهِ وَعَنْ رِبْحِ مَا لَمْ يُضْمَنْ وَلِأَنَّهُ مَبِيعٌ لَمْ يَدْخُلْ فِي ضَمَانِهِ، فَلَمْ يَجُزْ بَيْعُهُ كَالطَّعَامِ قَبْلَ قَبْضِهِ (المغنی:۹/۶۸)

''سلم کے ذریعے خریدی گئی چیز کو قبضے سے قبل فروخت کرنے کی حرمت میں ہم کسی اختلاف کا علم نہیں رکھتے۔بلاشبہ نبی ﷺ نے قبضے سے قبل غلے کی بیع سے منع فرمایا ہے۔اور اس چیز کے نفع سے بھی منع فرمایا ہے جس کا رِسک نہ اُٹھایا گیا ہو۔اور یہ چیز تو ابھی اس کے رسک میں نہیں آئی لہٰذا اس کی بیع جائز نہیں جس طرح کے غلے کی بیع قبضے سے قبل جائز نہیں۔''

نوٹ:اس چیز کی فروخت کا ایسا وعدہ جس کی پابندی دونوں یا کسی ایک فریق کے لئے لازمی ہو، وہ بھی اس ممانعت میں شامل ہیں۔

تجارت میں سلم کا استعمال

کیا سلم کی اجازت صرف کاشتکاروں اور اشیا تیار کرنے والوں کو ہے یا سپلائرز بھی اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں؟اس بارے میں دو نقطہ نظر ہیں:

1. اکثر علماء کی رائے میں یہ رعایت تاجروں کے لئے بھی ہے۔امام بخاریؒ بھی اسی نقطہ

www.KitaboSunnat.com

نظر کے حامی ہیں چنانچہ اُنہوں نے اس کے حق میں باب السلم إلی من لیس عندہ أصل ''ایسے شخص سے سلم کا معاملہ کرنا جس کے پاس اس چیز کی اصل نہ ہو'' کے عنوان سے ایک مستقل باب باندھا ہے اور استدلال کے لیے ذیل کی روایت لائے ہیں:

① قَالَ عَبْدُ اللهِ: كُنَّا نُسْلِفُ نَبِيْطَ أَهْلِ الشَّأْمِ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّيْتِ، فِيْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ إِلىٰ أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ قُلْتُ: إِلىٰ مَنْ كَانَ أَصْلُهُ عِنْدَهُ قَالَ: مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ (صحیح بخاری:۲۰۸۸)

''حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں: ہم شام کے کاشتکاروں کے ساتھ گندم، جو اور تیل میں متعین پیمانے اور متعین مدت کے لئے سلم کا معاملہ کرتے: (محمد بن ابی مجالدؒ کہتے ہیں) میں نے پوچھا: کیا ان سے جن کے پاس ان چیزوں کی اصل ہوتی؟ اُنہوں نے فرمایا: ہم ان سے اس کے متعلق نہیں پوچھتے تھے۔''

حضرت عبداللہؓ کا مطلب ہے کہ ہم ان سے یہ نہیں پوچھتے تھے کہ تمھارے پاس گندم یا جو کی فصل ہے یا نہیں؟

② اس نقطہ نظر کے حق میں دوسری روایت یہ پیش کی جاتی ہے:

كُنَّا نُسْلِفُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ أَوِ التَّمْرِ شَكَّ فِي التَّمْرِ وَالزَّبِيْبِ وَمَا هُوَ عِنْدَهُمْ أَوْ مَا نَرَاهُ عِنْدَهُمْ (مسند احمد:۴/۳۵۴)

''ہم رسول اللہ ﷺ، ابو بکرؓ اور عمرؓ کے دور میں گندم، جو اور منقی یا کہا کہ کھجوروں میں (یعنی راوی کو یہ شک ہے کہ کھجور کا لفظ بولا یا منقیٰ کا) بیع سلم کرتے حالانکہ وہ چیز ان کے پاس نہیں ہوتی تھی یا کہا: ہم وہ ان کے پاس نہیں دیکھتے تھے۔''

اس نقطہ نظر کے قائلین کہتے ہیں کہ یہ روایات اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ سلم کی اجازت سپلائر کے لئے بھی ہے۔

❷ دوسری رائے یہ ہے کہ سلم کی اجازت صرف کاشتکاروں اور مینوفیکچرز کو ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ کاشتکار اور چیز تیار کرنے والا جب سلم کے ذریعے چیز بیچتا ہے تو غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ مدتِ حوالگی کے وقت وہ چیز اس کے پاس موجود ہوگی یا اس کو

www.KitaboSunnat.com

دوسرے سے خریدنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، گویا وہ اپنی ملکیتی چیز بیچ رہا ہے۔ اس کے برعکس سپلائر جب سلم کا معاہدہ کرتا ہے تو وہ چیز اس کے پاس موجود نہیں ہوتی۔ جبکہ شریعت نے غیر ملکیتی چیز کا سودا کرنے پر پابندی لگائی ہے۔ حضرت حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! يَأْتِينِي الرَّجُلُ فَيَسْأَلُنِي الْبَيْعَ لَيْسَ عِنْدِي أَبِيعُهُ مِنْهُ ثُمَّ أَبْتَاعُهُ لَهُ مِنَ السُّوقِ؟

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی شخص ایسی چیز بیچنے کو کہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی۔ کیا میں اس کو بیچ دوں پھر وہ بازار سے خرید کر اس کو دے دوں؟''

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ» (سنن نسائی:۴۶۱۳)

''جو چیز تیرے پاس نہیں، وہ فروخت نہ کر۔''

ان حضرات کے خیال میں حضرت حکیمؓ کا سوال تجارت میں سلم کے متعلق ہی تھا مگر آپ نے اس کی اجازت نہ دی اور نہ ہی آپؐ نے یہ فرمایا کہ اگر اس کی صفات بیان کر دی گئی ہوں تو پھر جائز ہے۔ ان حضرات کی تحقیق میں جو روایات اوّل الذکر فریق نے پیش کی ہیں، وہ ان کے موقف کے ثبوت کے لئے ناکافی ہیں۔ پہلی روایت کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ خریدار کو فروخت کنندہ سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ آپ کے پاس کھیتی یا باغ ہے یا نہیں؟

(بحوث فی فقہ المعاملات المالیہ: ص۱۳۴، ۱۳۷، ۱۳۹ از ڈاکٹر رفیق یونس مصری)

ان حضرات کی طرف سے دوسری روایت کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ جو چیز سلم میں فروخت کی جا رہی ہے، اس کا معاہدے کے وقت پایا جانا ضروری نہیں جیسا کہ بعض فقہا کی رائے ہے کہ وہ چیز معاہدہ طے پانے کے دن سے قبضہ کے دن تک بازار میں دستیاب ہو۔

جو حضرات سپلائرز کو سلم کی اجازت دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے فرمان ''جو چیز تیری ملکیت میں نہیں، اس کو فروخت نہ کر'' سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تاجر سلم سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اس ارشاد کا معنی صرف یہ ہے کہ ایسی متعین چیز فروخت نہ کر جو تیرے قبضہ میں نہ ہو

www.KitaboSunnat.com

بلکہ غیر کی ملکیت ہو۔ چنانچہ امام ابن قیمؒ اس کی تشریح میں رقم طراز ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ لِحَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ «لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ» فَيُحْمَلُ عَلَى مَعْنَيَيْنِ: أَحَدُهُمَا أَنْ يَبِيعَ عَيْنًا مُعَيَّنَةً وَهِيَ لَيْسَتْ عِنْدَهُ بَلْ مِلْكٌ لِلْغَيْرِ، فَيَبِيعُهَا ثُمَّ يَسْعَى فِي تَحْصِيلِهَا وَتَسْلِيمِهَا إِلَى الْمُشْتَرِي وَالثَّانِي أَنْ يُرِيدَ بَيْعَ مَا لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ وَإِنْ كَانَ فِي الذِّمَّةِ

''حکیمؓ بن حزام سے نبی ﷺ کا یہ فرمانا کہ'' جو چیز تیری ملکیت میں نہیں وہ فروخت نہ کر'' اس کو دو معنوں پر محمول کیا جائے گا:

① انسان ایسی متعین چیز بیچے جو اس کے پاس موجود نہ ہو بلکہ غیر کی ملکیت ہو۔ آدمی پہلے اس کو بیچے پھر حاصل کر کے مشتری کے حوالے کرنے کی کوشش کرے۔

② ایسی چیز کا سودا کرے خواہ ذمہ داری اٹھائے جس کو (مشتری کے) حوالے نہ کر سکتا ہو۔''

(اعلام الموقعین: ۴۶/۲)

بیع سلم میں دونوں باتیں نہیں ہوتیں، کیونکہ یہاں تو صرف بیان شدہ صفات کے مطابق ایک چیز فروخت کرنے کی ذمہ داری قبول کی جاتی ہے۔

اسلامی بینکوں میں سلم کا استعمال

بلا شبہ سلم ایک بہترین غیر سودی طریقہ تمویل ہے جو عصر حاضر میں بھی لوگوں خصوصاً کاشتکاروں اور مینوفیکچرز کی مالی ضرورتیں پوری کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے اور بعض اسلامی بینک اس سے فائدہ بھی اُٹھا رہے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں اسلامی بینک اس کی عملی تطبیق گڑبڑ کرتے ہیں جس سے یہ معاملہ شرعی اُصول کے مطابق نہیں رہتا۔ وہ یوں کہ

مثلاً گنے کے سیزن میں شوگر ملوں کو گنا خریدنے کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ مل مالکان چاہتے ہیں کہ ہمارا مقصد بھی پورا ہو جائے اور ہم سود سے بھی محفوظ رہیں، اب وہ اسلامی بینک کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بینک اس شرط پر رقم فراہم کرتا ہے کہ آپ نے ہمیں اس کے عوض فلاں تاریخ تک اتنی چینی مہیا کرنی ہے یعنی بینک سلم کا معاہدہ کر لیتا ہے۔

شوگر ملز کی طرف سے فراہمی یقینی بنانے کے لیے بینک ضمانت بھی طلب کرتا ہے چونکہ بینک کاروباری ادارہ نہیں جو آگے بیچنے کے لیے گاہک تلاش کرتا پھرے۔ اس لئے معاہدے

www.KitaboSunnat.com

کے وقت ہی یہ بھی طے کر لیا جاتا ہے کہ مل مالک بینک کے وکیل کی حیثیت سے یہ چینی مارکیٹ میں اس قیمت پر فروخت کر کے رقم بینک کے سپرد کرے گا۔ بعض دفعہ معاہدے کے وقت اس کی صراحت نہیں ہوتی مگر فریقین کے ذہن میں یہی ہوتا ہے۔ اگر شوگر مل بروقت چینی فراہم نہیں کرتی تو بینک دی گئی رقم کے فیصد کے حساب سے جرمانہ وصول کرتا ہے جو بینک کی زیر نگرانی قائم خیراتی فنڈ میں جمع کروایا جاتا ہے۔

اب یہاں بینک کا خود قبضہ کرنے کی بجائے فروخت کنندہ کو ہی وکیل بنانا شرعی اُصول کے خلاف ہے۔ چنانچہ علماء احناف کے سرخیل علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں:

وَلَوْ قَالَ رَبُّ السَّلَمِ لِلْمُسْلَمِ إِلَيْهِ: كُلُّ مَا لِيْ عَلَيْكَ مِنَ الطَّعَامِ فَاعْزِلْهُ فِي بَيْتِكَ أَوْ فِي غَرَائِرِكَ فَفَعَلَ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ رَبُّ السَّلَمِ قَابِضًا بِمَنْزِلَةِ قَوْلِهِ اقْبِضْهُ لِي بِيَسَارِكَ مِنْ يَمِيْنِكَ وَهَذَا لِأَنَّ الْمُسْلَمَ فِيهِ دَيْنٌ عَلَى الْمُسْلَمِ إِلَيْهِ وَالْمَدْيُوْنُ لَا يَصْلُحُ أَنْ يَكُوْنَ نَائِبًا عَنْ صَاحِبِ الدَّيْنِ فِيْ قَبْضِ الدَّيْنِ مِنْ نَفْسِهِ (المبسوط:۱۵/۱۰۱)

''خلاصہ یہ کہ سلم کے ذریعے بیچی گئی چیز فروخت کنندہ کے ذمہ اُدھار ہوتی ہے اور جس کے ذمہ اُدھار ہو وہ خود اپنی ذات سے اس کی وصولی کے لئے اس شخص کا وکیل نہیں بن سکتا جس کا اس کے ذمہ اُدھار ہو۔''

علامہ ڈاکٹر محمد سلیمان اشقر سَلَم سے اسلامی بینکوں کے فائدہ اُٹھانے کے طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الطريقةالثانية: أن يوكل المصرف البائع (المسلم إليه) بتسويق البضاعة بأجر أو دون أجر فإن كان باتفاق معه مسبق مربوط بعقد السلم نفسه فإن ذلك باطل لا يجوز، لأنه من باب جمع عقدين في عقد واحد وكذا لو كان الأمر متفاهما عليه أن يتم بهذه الصورة

(بحوث فقهیہ فی قضایا اقتصادیہ معاصرہ:۱/۲۱۴)

''دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بینک چیز کی مارکیٹنگ کے لئے فروخت کنندہ کو ہی اپنا وکیل مقرر کردے خواہ اس کی اُجرت دے یا بغیر اُجرت کے۔ تو اگر یہ وکالت پہلے سے عقد سلم سے

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

مربوط ایگریمنٹ کے ذریعے ہو تو یہ عمل باطل ہوگا جو جائز نہیں، کیونکہ یہ ایک عقد میں دو عقد جمع کرنے کے مترادف ہے اور اگر (ایگریمنٹ تو نہ ہو مگر) پہلے ہی سے ذہن میں یہ ہو کہ معاملہ اس طرح تکمیل کو پہنچے گا تو پھر بھی یہ جائز نہیں۔''

سلم متوازی

یہاں یہ بتا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی بینکوں میں سلم سے فائدہ اُٹھانے کا جو طریقہ اسلامی بینکنگ کے ماہرین نے تجویز کیا ہے اس کو سلم متوازی کہتے ہیں۔یعنی بینک کسی تیسرے فریق کے ساتھ سلم کا معاہدہ کرلے جس کی تاریخ ادائیگی پہلی سلم والی ہی ہو۔

متوازی سلم میں مدت کم ہونے کی وجہ سے قیمت زیادہ ہوگی اور یوں دونوں قیمتوں میں فرق بینک کا نفع ہوگا۔مگر ہمارے ہاں اسلامی بینکوں میں یہ طریقہ شاذ و نادر ہی استعمال کیا جاتا ہے۔زیادہ تر فروخت کنندہ کو ایجنٹ بنانے کا طریقہ ہی اختیار کیا جاتا ہے جو شرعاً درست نہیں۔

www.KitaboSunnat.com

عدل وقضا

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر☆

عدل کا مفہوم، شرعی تصور اور تاریخی ارتقا

عدل مصدر ہے، اس کا مادہ ع د ل ہے، اس مادے میں برابری اور مساوات وانصاف کا مفہوم ہے۔لسان العرب میں ہے:"عدل، إنه مستقيم وهو ضدّ الجور، العدل: من أسماء اللهِ هو الذي لايميل به الهوٰى، العدل الحكم بالحق"[1]

''عدل، اس کا معنی سیدھا ہے اور یہ جور کی ضد ہے۔عدل لفظ اللہ کے ناموں میں سے ہے یعنی وہ خواہشات کی طرف مائل نہیں ہوتا، عدل حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کو کہتے ہیں۔''

◉ امام جرجانیؒ کا کہنا ہے:"العدل الأمر المتوسط بين الإفراط والتفريط"[2]

''عدل اِفراط وتفریط کے درمیان متوسط کام کو کہتے ہیں۔''

ایڈورڈ ولیم لین کے مطابق اُمور ومعاملاتِ قضا میں درست اور برابری کا رویہ اختیار کرنے کو عدل کہتے ہیں۔[3] عدل کے مختلف معنوں میں سے ایک معنی 'برابر' اور یکساں بھی ہیں۔[4] جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:﴿اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ﴾[5]

''یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ اپنے کیے کی سزا چکھے۔''

عَدَل (بالفتح) کے معنی قیمت، فدیہ، مرد صالح اور حق وانصاف کے ہیں۔[6]

◉ عدل 'فدیہ' کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔[7] اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

☆ ڈائریکٹر مسندِ سیرت، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

① ابن منظور، ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب (دارِصادر، بیروت) ۱۱/۴۳۰

② صدیقی، محمد عبدالحفیظ، برصغیر پاک وہند میں اسلامی نظامِ عدل (ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد) ص۹

③ (i) Edward William Lane, An Arabic English Lexicon, 1/1972;
(ii) Hans Wehr A Dictionary of Modern Written Arabic, p.596

④ دكتور إبراهيم ورفقائه، المعجم الوسيط (مکتبہ علمیہ، تہران) ۲/۵۸۸

⑤ المائدۃ:۹۵ ⑥ ابوالفضل، جمال الدین احمد بن مکرم، لسان العرب (دارِصادر، بیروت) ۹/۸۳

⑦ الازہری، ابومنصور بن احمد، معجم تہذیب اللغۃ: ۳/۲۳۵۸؛ الجوہری، الصحاح (دارالکتب العربی، مصر) ۴/۱۴۳۶

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ﴾ ⑧
''اور نہ کسی کی سفارش منظور کی جائے گی اور نہ کسی سے کسی طرح کا بدلہ قبول کیا جائے گا۔''

◉ لیکن اگر عدل بالکسرہ ہو تو اخفش کے مطابق اس کے معنی 'المثل' کے ہیں۔ ⑨

◉ اہل لغت نے اگرچہ العَدل اور العِدل کے معنی الگ الگ لیے ہیں، لیکن اس سلسلے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ دونوں الفاظ قریب المعنی ہیں۔ عَدل معنوی چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور عِدل ان چیزوں کے لیے بولا جاتا ہے جن کا ادراک حواسِ ظاہرہ سے ہوتا ہے۔ ⑩

◉ عدل اصل میں عربی لفظ ہے۔ اُردو میں اس کا ہم معنی 'انصاف' انگریزی میں "Justice" اور عبرانی میں صداقاۃ اور مشپاط ہے۔

◉ Twentieth Century Encyclopaedia میں Justice کے ضمن میں مقالہ نگار لکھتا ہے:

Equal distribution of right in expressing opinions; fair representation of facts respecting merit or demerit: equity, impartiality. ⑪

◉ The Standard Jewish Encyclopedia کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

The Biblical Hebrew words for Tzedek, Tzedakah, Mishpat possess many shades of meaning, Justice, righteousness, proper behaviour, fairness, integrity. ⑫

◉ اُردو زبان میں 'عدل' کو بطورِ اسم ذات بھی استعمال کیا جاتا ہے اور بطورِ اسم صفت بھی، اس صورت میں اس کے معنی ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے:

''اسم ذات کے طور پر عدل کے معنی 'انصاف' یا 'دادرسی' کے ہیں اور اسم صفت کے طور پر اس کے معنی مستقیم، منصفانہ اور متوازن کے آتے ہیں۔'' ⑬

◉ جب کہ عام اصطلاح اور قضا کے نقطۂ نظر سے عدل کا مفہوم یہ ہے:

---

⑧ البقرۃ:۴۸

⑨ کتاب العین، ۶۰۹؛ الجوہری، الصحاح، ۱۴۳۶/۴؛ رازی، ابوبکر، مختار الصحاح (مطبعہ امیریہ بولاق) ۲۵۱

⑩ راغب اصفہانی، مفردات القرآن (مکتبہ مرتضویہ لاحیاء الآثار الجعفریہ) ۳۲۵؛ معجم تہذیب اللغہ: ۲۳۵۸/۳

⑪ Charles Smith, Twentieth Century Encyclopaedia,4/173

⑫ Cecil Roth, The Standard Jewish Encyclopedia,1084.

www.KitaboSunnat.com

''روزمرہ معاملات میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے جج یا قاضی عدل وانصاف کے ساتھ ان کے حقوقِ عامہ کا یوں تحفظ کرے کہ کسی ایک کی بھی حق تلفی نہ ہو۔''

''عدل کو عربی زبان میں 'قضاء' کہتے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں قضا کے معنی یہ ہیں کہ حکومت کے معینہ ادارے کی طرف سے قرآن وسنت اور شرعی احکام کی روشنی میں عامۃ الناس کے باہمی تنازعات کا تصفیہ کیا جائے اور مقدمات فیصل کیے جائیں۔''[۱۳]

◉ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''سیاستِ شرعیہ کی عمارت دوستونوں پر قائم ہے۔ ایک ہے مناصب اور عہدے اہل تر لوگوں کو دینا اور دوسرا ہے عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کرنا۔ انصاف ہی پر دنیا ودین کی فلاح کا دارومدار ہے اور بغیر عدل کے فلاحِ دارین کا حصول ناممکن ہے۔''[۱۵]

◉ امام فخر الدین رازیؒ کہتے ہیں:

''العدل فهو عبارة عن الأمر المتوسط بين طرفي الإفراط والتفريط، وذلك أمر واجب الرعاية في جميع الأشياء''[۱۶]

مندرجہ بالا تعریفات کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ عدل کا مفہوم مختلف مناسبتوں سے مختلف ہوتا ہے۔ عدل کا ایک مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنے ربّ کے درمیان عدل کرے، یعنی اللہ کے حق کو اپنی خواہش پر مقدم رکھے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اپنی ذات کے ساتھ عدل کرے، یعنی اپنے نفس کو ایسی تمام باتوں اور چیزوں سے بچائے رکھے جن سے جسمانی وروحانی ہلاکت واذیت کا خطرہ ہو اور تیسرا مفہوم یہ ہے کہ اپنی ذات اور مخلوق کے درمیان عدل کرے یعنی تمام مخلوقات سے ہمدردی وخیر خواہی کا برتاؤ کرے۔ ہمارے ہاں عدل کو عدالت کے ساتھ منسلک کردیا گیا ہے۔

عدل وانصاف کی اہمیت وضرورت قرآن وحدیث کی روشنی میں

معاشرے میں استحکام پیدا کرنے کے لیے عدل وانصاف اور سزا نہایت ضروری ہیں۔ اس کے بغیر معاشرہ جرائم اور منکرات سے پاک نہیں ہوسکتا۔ معاشرے کو برائیوں سے مبرا رکھنے

---

[۱۳] اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ (شعبہ اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور) ۱۳/۴

[۱۴] ابن تیمیہ، شیخ الاسلام، السیاسة الشرعیة (جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ) ص ۷

[۱۵] صالح بن عبداللہ وعبدالرحمٰن، نضرۃ النعیم (دار الوسیلہ، سعودی عرب) عنوان: العدل والمساوات: ۷/۲۷۹۲

[۱۶] رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب: ۲۰/۱۰۵

www.KitaboSunnat.com

کے لیے قانون وعدل نہایت ضروری ہیں۔ عدل کے بغیر، جس کی بنیاد قانون پر ہوتی ہے، امن وامان قائم نہیں رہ سکتا، اس لیے اسلام نے ایسے جرائم میں حد مقرر کی جس کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے جیسے چوری، زنا، قتل وغارت گری، لوٹ مار اور شراب نوشی وغیرہ اور انصاف اور سزا کا اختیار صرف ان لوگوں کو دیا جن کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور ہو۔ قانون کے نفاذ سے جرائم کا انسداد ضروری ہوجاتا ہے اور معاشرہ کسی حد تک جرائم سے پاک بھی ہوجاتا ہے۔[17]

❁ اللہ تعالیٰ نے ہر معاملے میں عدل قائم کرنے پر زور دیا ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے: ﴿وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ﴾[18]

''مجھے تمہارے درمیان انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

﴿وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾[19]

''اور جب بھی تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔''

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾[20]

''اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث عدل کو ہرگز نہ چھوڑو، عدل کرو یہی تقویٰ کے بہت زیادہ قریب ہے۔''

﴿وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ﴾[21]

''اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کر۔''

﴿قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ﴾[22] ''کہہ دے کہ میرے رب نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے۔''

❁ احادیث میں بھی عدل کی بہت زیادہ اہمیت پائی جاتی ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«فإن عدلوا فلأنفسهم ، وإن ظلموا فعليها»[23]

''اگر وہ انصاف کریں تو ان کے لیے فائدہ مند ہے، اگر ظلم کریں تو ان کے لیے وبال جان۔''

حضرت ابن عباسؓ اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا﴾[24] (مگر جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک کام کیے) کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ میں نے اس آیت کے بارے میں نبی ﷺ سے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مکہ والوں نے کہا:

---

[17] مقالاتِ سیرت، حصہ اوّل (نویں قومی سیرت کانفرنس، وزارتِ اُمورِ مذہبی حکومت پاکستان، اسلام آباد) پروفیسر عبداللطیف انصاری، اسلام کے قانونی نظام کے بنیادی اُصول، ص ۱۰۱

[18] الشوریٰ: ۱۵ [19] النساء: ۵۸ [20] المائدۃ: ۸ [21] ایضاً: ۴۲

[22] الاعراف: ۲۹ [23] ابوداؤد، السنن (دارالسلام، الریاض ۱۹۹۸ء) ص ۲۳۵، حدیث نمبر ۱۵۸۸

www.KitaboSunnat.com

"فقد عدلنا بالله، قتلنا النفس التي حرّم الله إلاّ بالحقّ و اتينا الفواحش فأنزل الله ﴿إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا﴾"[25]

''پس ہم نے اللہ کے معاملے میں انصاف کیا اور اُس نفس کو قتل کیا جس کو اللہ نے حق کے ماسوا قتل کرنا حرام کیا، اور ہم نے فحش کام کیے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا﴾''

لوگوں کے درمیان اصلاح کروانے اور ان کے درمیان انصاف کرنے والے کے بارے میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«يعدل بين الناس صدقة»[26] ''لوگوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے۔''

حکمران کے بارے میں حدیث میں آتا ہے:

«فإذا عدل كان له الأجر»[27] ''جب وہ عدل کرے تو اس کے لیے اجر ہے۔''

عدل وانصاف کے اُصول

محسنِ انسانیت ﷺ نے ایک طرف تو جرم کی سزا کی تنفیذ کی سختی سے تاکید فرمائی تو دوسری طرف آپس کے معاملات میں جن کا تعلق انفرادی زندگی سے تھا، عفو و درگزر کی تعلیم دے کر معاشرہ میں جماعت اور افراد دونوں کو استحکام بخشا اور نظامِ عدل کو ایسے بنیادی اُصولوں سے نوازا جو عالم گیر اہمیت کے حامل ہیں۔

❶ **اصل قانون ساز اللہ تعالیٰ:** ربّ کائنات ہی حکمرانِ حقیقی ہے۔ اس حقیقت کو قرآن کریم میں متعدد بار بیان کیا گیا اور اتنے زور کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے زیادہ پُرزور الفاظ کسی بات کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے استعمال نہیں ہو سکتے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾[28]

''حکم اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں، اس کا فرمان ہے کہ خود اس کے سوا تم کسی کی بندگی اور اطاعت نہ کرو، یہی صحیح طریقہ ہے۔''

❷ **قانون سازی میں رسول اللہ ﷺ کی حیثیت:** نبی کریم ﷺ نے بطورِ منصف انسانیت

---

[23] الفرقان: ۶۰ [25] بخاری، جامع صحیح (دارالسلام، الریاض ۱۹۹۸ء) ص ۸۳۵، حدیث ۴۷۶۵

[26] ایضاً، ص ۴۴۲، حدیث نمبر ۲۷۰۷

[27] خطیب تبریزی، مشکوۃ المصابیح (مکتبہ تجاریہ، دارالفکر، بیروت ۱۹۹۱ء) ۳۴۲/۲، حدیث نمبر ۳۷۱۸

[28] یوسف: ۴۰ [29] النجم: ۳

www.KitaboSunnat.com

کے لیے عظیم اُسوۂ حسنہ چھوڑا ہے۔ قرآنِ مجید میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ اس نے نبی ﷺ کو قاضی مقرر کیا ہے، کیونکہ آپؐ اللہ کی جانب سے صرف حق بات ہی کہتے ہیں جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ﴾ [29]

''اور وہ جو کچھ کہتا ہے ہوائے نفس کی بنا پر نہیں کہتا۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إني لا أقول إلا حقًّا» [30] ''میں فی الواقع حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔''

نبی ﷺ بطورِ منصف کی تصدیق مندرجہ ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

عن علي قال: لما نزلت: ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ قالوا: يارسول الله! أفي كل عام؟ فسكت فقالوا: يارسول الله! أفي كل عام؟ قال: «لا، ولو قلتُ: نعم، لوجبت» فأنزل الله تعالىٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ [31]

''جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ تو لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہر سال (حج کرنا) فرض ہے؟ تو حضورؐ خاموش رہے۔ لوگوں نے پھر عرض کیا: کیا ہر سال؟ یارسول اللہ ﷺ! تو آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ اور اگر میں کہہ دیتا 'ہاں' تو ہر سال حج واجب ہو جاتا۔''

مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے مقدمات میں اللہ سے انصاف طلب کریں۔ اللہ سے انصاف طلب کرنے سے مراد یہ کہ اس کے رسول ﷺ کو مقدمات اور تنازعات کا فیصلہ کرنے کے لیے جج تسلیم کیا جائے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ [32]

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول اور جو تم میں حکمران ہیں، ان کا حکم مانو۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اُٹھے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کے حضور لوٹا دو، اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔''

اس آیتِ مبارکہ میں حضور ﷺ کو سب سے بڑا انتظامی اور عدالتی اختیار تفویض کیا گیا

---

[30] ترمذی، السنن (مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۵۴ء) کتاب البر، باب ماجاء فی المزاح، ۳۵۱/۴

[31] ایضاً، کتاب الحج، باب ماجاء کم فرض الحج، ۱۷۸/۳ [32] النساء: ۵۹

www.KitaboSunnat.com

ہے۔حضور ﷺ کے احکامات اور فیصلوں کی اطاعت حکم الٰہی اور ایک مسلمان کے ایمان کی نشانی بھی ہے۔جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان منافق اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑا ہوا تو مسلمان منافق نے کہا: چلو کعب بن اشرف سے فیصلہ کرائیں گے۔ یہودی نے کہا: نہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو، ان سے فیصلہ کرائیں گے۔ وہ مسلمان منافق (مجبوراً) آمادہ ہوگیا اور دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مقدمہ پیش کیا۔حضور ﷺ نے (فریقین کے بیانات سن کر) یہودی کے حق میں فیصلہ فرمادیا۔اس منافق مسلمان نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو ماننے سے انکار کردیا اور کہا: چلو حضرت عمرؓ سے فیصلہ کرائیں۔سو دونوں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا قصہ بیان کیا۔

حضرت عمرؓ نے اس منافق مسلمان سے پوچھا: کیا یہ سچ کہتا ہے، واقعہ یہی ہے؟ منافق نے کہا: ''ہاں ٹھیک ہے، ہاں ٹھیک ہے۔'' تو حضرت عمرؓ نے کہا: ''تم ذرا ٹھہرو، میں ابھی آکر فیصلہ کرتا ہوں۔'' اور گھر میں سے برہنہ تلوار لے کر آئے اور منافق کی گردن اُڑا دی اور فرمایا: ''جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کو قبول نہ کرے، میں اس کا فیصلہ اسی طرح کیا کرتا ہوں۔'' روایات میں ہے کہ اسی وقت حضرت جبرائیلؑ آپ ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا کہ عمرؓ نے حق اور باطل کے درمیان فرق کردیا۔رسول اللہ ﷺ نے اسی واقعہ پر طاغوت کے مقابلہ پر حضرت عمرؓ کا نام 'فاروق' رکھ دیا۔[۴۳]

۳ مجلس شوریٰ: جدید علم سیاست میں جس ادارے کو مقنّنہ یا قانون ساز ادارہ کہا جاتا ہے علومِ اسلامیہ کی اصطلاح میں اس کو اہل حل وعقد بھی کہا جاتا تھا۔اسلام میں مجلس شوریٰ یا مقنّنہ صرف ان مسائل ومعاملات کے سلسلہ میں قانون وضع کرنے کی مجاز ہوگی جن کے بارے میں قرآن وسنت میں واضح احکام موجود نہ ہوں۔ یہ قانون سازی جس طرح عام نہ ہوگی، اسی طرح آزاد بھی نہ ہوگی، بلکہ دین کے مزاج اور شریعت کی مقررہ حدود کے تحت ہی ہوگی۔صرف کتاب وسنت کے واضح احکام کو سامنے رکھ کر انہی کی بنیاد پر کی جائے گی، علاوہ ازیں چونکہ یہ ذیلی قانون سازی شریعت کے احکامات کو پیش نظر رکھ کر ہی عمل میں لائی جائے گی، اس لئے اس مجلس شوریٰ کے اراکین بھی شریعت اسلامیہ کے ماہر ہوں گے:

عن علي قال: سئل رسول عن العزم قال مشاورة أهل الرأي ثم اتباعهم [۴۴]

---

۴۳ آلوسی، تفسیر روح المعانی (ادارہ طباعہ منیریہ، قاہرہ) ۵/۶۷

۴۴ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (مکتبہ مالکیہ، مصر) ۱/۴۲۰

www.KitaboSunnat.com

''حضرت علیؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے عزم کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اہل الرائے سے مشورہ کرنا اور پھر ان کی پیروی کرنا۔''

❹ **تعزیرات کا نفاذ:** فوجداری جرائم کی سزائیں ایسی صورت حال میں نافذ کرنی چاہئیں، جب معاشرہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خاطر خواہ اہتمام موجود ہو اور حالات معمول پر ہوں۔ جب تک معاشرہ میں نفاذِ اسلام کے لیے سازگار حالات پیدا نہ کر دیئے جائیں یا یہ کہ حالات ایسے غیر معمولی ہوں جن میں ارتکابِ جرم کے محرکات ترقی پذیر ہوں تو سزاؤں کی کے نفاذ سے پہلے جرم کی روک تھام پر توجہ دینا ضروری ہے۔ چنانچہ خاص جنگی یا غیر معمولی حالات میں سزاؤں کے وقتی التوا کی گنجائش بھی موجود ہے جیسا کہ قحط کے زمانے میں خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے وقتی طور پر چوری کے لیے قطع ید کی سزا التوا میں ڈال دی تھی۔

❺ **شریعتِ الٰہی کے مطابق فیصلہ:** مفتی و قاضی پر لازم ہے کہ وہ صرف قانونِ الٰہی یعنی قرآن اور سنت کے مطابق فیصلہ کرے اور عدل و انصاف سے کام لے۔ عدل و انصاف سے فیصلہ کرنے کا حکم کسی کی خواہشات پر چلنے کی کلی نفی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت اس آیت میں فرمادی: ﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾[35]

''اور اپنے آپس میں اپنے مالوں کو ناحق نہ کھاؤ، اور ان کو حکام کی طرف ڈالو، تاکہ تم گناہ کے ساتھ لوگوں کے مال کا ایک حصہ کھا جاؤ اور تم تو جانتے ہو۔''

عدل میں حرص یا خواہشات کا خواہ وہ اپنی ہو یا کسی اور کی، کوئی دخل نہیں ہونا چاہیے اور حاکم کو شہادتوں کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے۔

نظامِ عدل کی ضرورت اور تاریخی ارتقا

نظام عدل کی بنیاد کب اور کس نے ڈالی اور ابتدائی دور کا نظامِ عدل کیسا تھا؟ اس بارے میں واضح بات یہی ہے کہ پہلے انسان حضرت آدم کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا سلسلہ شروع کر دیا اور انسان نے جب سے معاشرتی زندگی کا آغاز کیا، اسی دن سے انصاف کے اُصولوں کو اپنانے کی کوشش شروع کر دی۔

پہلا جھگڑا حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کے درمیان ہوا تھا، ایک نے دوسرے

---

[35] البقرۃ:۱۸۸

www.KitaboSunnat.com

کو قتل کر کے انصاف حاصل کرنے کی کوشش کی۔ انبیاے کرامؑ کی لائی ہوئی وحی کے ساتھ ساتھ لوگوں کی بے پروائی اور اللہ کے نظام سے انکار بھی ایک مسلمہ حقیقت رہی ہے چنانچہ اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ عدل کا باضابطہ نظام آہستہ آہستہ معاشروں میں ترقی حاصل کرتا رہا۔ جیسا کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ

''قدیم زمانے میں انسان اپنے نزاع کا تصفیہ ذاتی طاقت اور قوت کے استعمال سے کرتا تھا۔ اور ذاتی انتقامی کاروائی انصاف کے خلاف استعمال ہوتی تھی۔''[۳۱]

''ابتدائی زمانہ میں جب انسان کی طرزِ معاشرت وحشیانہ تھی اور منظم ومنضبط حکومتوں کا قیام نہیں ہوا تھا، ستم رسیدہ اور متضرر اشخاص اپنا انتقام آپ لیا کرتے تھے اور اگر ایک شخص کی دوسرا حق تلفی کرتا تو دوسرا اپنے حق کو بچانے کے لیے جنگ وجدل اور دھینگا مشتی سے اپنی آپ مدد کرتا تھا۔ بعض وقت ضرر رسیدہ کے قرابت دار اور احباب بھی اس کے دشمنوں سے انتقام لینے میں اس کے شریک ہوجاتے تھے۔''[۳۲]

ایک زمانے میں مظلوم اپنی مدد آپ کرسکتا تھا، پھر وہ دور آیا کہ اس حق پر کچھ پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ پھر زمانہ بدلا اور حق لینے کے لیے صاحبِ رسوخ کی زیرنگرانی ڈوول (Dual) لڑنے کا رواج متعارف ہوا۔ پھر وہ وقت آیا کہ تنازعات کو ثالثوں اور پنچائتوں کے سپرد کرنے کا رواج چل نکلا۔ لیکن جب سلطنتیں مضبوط اور مستحکم ہوگئیں تو اُنہوں نے باقاعدہ عدالتیں قائم کردیں جو انصاف کرنے کے معاملے میں فرمانروا کی نمائندہ قرار دی گئیں اور اس طرح نظامِ معدلت وجود میں آگیا۔

تاریخ کے مطالعے سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ نظامِ عدل کا قیام حکومتوں اور سلطنتوں کی مضبوط مستحکم قوت کی بنا پر معرضِ وجود میں آیا۔ نظامِ معدلت کو قائم کرنے کے لیے ایک مضبوط اور پائیدار حکومت کا ہونا ضروری ہے۔ تمام اربابِ خیر فطری طور پر اپنے معاملات ایسے رہبر کے سپرد کردینا چاہتے ہیں جو اُنہیں ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے روکے اور مخاصمت باہمی میں ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ اگر ذی اقتدار افراد نہ ہوں تو عالم میں شخصی انارکی پھیل جائے اور تہذیبِ اجتماع کا شیرازہ بکھر جائے۔[۳۳]

---

[۳۱] رضوی، اظہار حیدر: 'اصولِ قانون'، (مکتبہ فریدی اُردو کالج، کراچی) ص۱۱۲

[۳۲] سالمنڈ، 'اصولِ قانون' (دارالطبع عثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۹۲۵ء) ص۹۱

[۳۳] الماوردی: ''الاحکام السلطانیہ'' (ترجمہ سید محمد ابراہیم مطبع جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، اشاعت ۱۹۳۱ء) ص۱۱

www.KitaboSunnat.com

اسی رہبر اور حاکم کی طرف قرآنِ مجید میں اشارہ فرمایا گیا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾[39]

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اپنے حکمرانوں کی۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اُٹھے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کے حضور رجوع کرو، اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔''

جیسے جیسے تہذیب نے ترقی کی، عدل کی ضرورت بھی بڑھتی گئی اور دنیا کے نظامِ عدل میں ترقی اور جدتیں بھی پیدا ہوتی گئیں اور آج ہمارے سامنے دنیا بھر میں جو نظامِ عدل قیام فرما ہے، وہ جہاں تہذیب کے تمام تر تجربات کا نچوڑ ہے، وہاں اللہ کے دیے ہوئے نظامِ عدل سے بھی اس میں بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ بہرحال اسلام کی رو سے تو کسی بھی نظامِ عدل کی اساس اللہ تعالیٰ کی محکم شریعت ہی ہوسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں اس الہامی اساس کو چھوڑ کر جو بھی نظام عدل آج تک متعارف کرایا گیا ہے، وہ اپنی تمام تر ترقی کے باوجود انسان کو مطلوبہ امن وانصاف فراہم کرنے سے عاجز رہا ہے۔ اور یہ سوال آج بھی نمایاں طور پر موجود ہے کہ اپنے آپ کو مہذب کہلانے والی دنیا کا نظامِ عدل کیا مہذب کہلانے کا مستحق ہے اور کیا اس سے انسانیت امن وآشتی کے دیرینہ خواب کو شرمندۂ تعبیر کرسکے گی؟

اسلامی عدل وانصاف کا اِرتقا

اسلام میں سب سے پہلے قاضی خود رسول اللہ تھے جنہوں نے عدل کا بول بالا کیا۔ نبی ﷺ کے عدالتی طریق کار کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا عہدِ قضا آتا ہے، ان کا معمول یہ تھا کہ

''اگر کتاب وسنت سے کوئی نظیر نہیں ملتی تھی تو وہ باہر تشریف لے جاتے اور مسلمانوں سے کہتے کہ میرے سامنے یہ مسئلہ درپیش ہے، کیا تم جانتے ہو؟'' وہ اس کے بارے میں جو بات کہتے ان سے مشورہ کرکے قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ کرتے۔''[40]

سیدنا ابوبکرؓ کے عہد میں عدلیہ اور انتظامیہ کو 'شریعت کی حکمرانی' کا دور قرار دیا جاسکتا ہے۔

---

[39] النساء:۵۹

[40] جعفری، رئیس احمد: 'سیاست شرعیہ' (ادارۂ ثقافت اسلامیہ، پاکستان، لاہور، پہلا ایڈیشن ۱۹۵۹ء، ص ۱۲۷، ۱۲۸

www.KitaboSunnat.com

عہدِ فاروقیؓ

حضرت عمرؓ نے بھی حضرت ابوبکرؓ والا اُصول اپنایا کہ پہلے قرآن وسنت سے مسئلے کا فیصلہ ڈھونڈتے تھے۔ اس کے بعد دیکھتے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اس کے بارے میں کیا فیصلہ ہو چکا ہے؟ اگر معلوم ہو جاتا تو حضرت ابوبکرؓ کے فیصلہ کو نافذ کر دیتے، ورنہ وہ بھی اہل حل وعقد کو جمع کرتے اور باہمی مشاورت سے جو فیصلہ ہوتا، اس کو نافذ کر دیا جاتا۔

قواعدِ عدالت کے متعلق حضرت عمرؓ کی ایک تحریر کتب تاریخ میں محفوظ ہے جو یوں ہے:

''خدا کی تعریف کے بعد قضا ایک ضروری فرض ہے۔ لوگوں کو اپنے سامنے اپنی مجلس میں اپنے انصاف میں برابر رکھو تاکہ کمزور انصاف کے حصول میں مایوس نہ ہو اور تمہاری رعایت کی اُمید نہ پیدا ہو۔ جو شخص دعویٰ کرے، اس پر بارِ ثبوت ہے اور جو شخص منکر ہو اس پر قسم صلح جائز ہے بشرطیکہ اس سے حرام حلال اور حلال حرام نہ ہو جائے۔ کل اگر تم نے کوئی فیصلہ کیا تو آج غور کے بعد اس سے رجوع کر سکتے ہو۔ جس مسئلے میں شبہ ہو اور قرآن وحدیث میں اس کا ذکر نہ ہو تو اس پر غور کرو اور پھر غور کرو اور اس کی مثالوں اور نظیروں پر غور کرو۔ پھر قیاس کا رستہ اپناؤ۔ جو شخص ثبوت پیش کرنا چاہے تو اس کے لیے ایک میعاد مقرر کرو، اگر وہ ثبوت دے تو اس کا حق دلاؤ، ورنہ مقدمہ خارج کر دو۔ مسلمان سب ثقہ ہیں، سوائے اُن اشخاص کے جن کو حد کی سزا میں درّے لگائے گئے ہوں یا جنہوں نے جھوٹی گواہی دی ہے، یا وِلاء اور وراثت میں مشکوک ہوں۔''[41]

حضرت عمرؓ کے دور میں قاضی (جج) کا تقرر ایک مستقل ادارے کی صورت اختیار کر گیا تھا اس کو دیگر خلفاے راشدین نے بھی جاری رکھا۔ اس نظام میں عامل کو قاضی کے ماتحت رکھا گیا تھا تاکہ وہ اس کے اثر سے آزاد ہو کر عدل کر سکے۔ قاضی کو تمام بیرونی اثرات سے محفوظ رکھا جاتا تھا۔ ہر صوبے میں قاضی کا تقرر ہوتا تھا۔ صوبائی گورنر کو قاضی کا کوئی اختیار نہیں دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ہر ضلع میں چھوٹے قاضی بھی موجود تھے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں قاضیوں کو تنخواہیں دی جانے لگیں تاکہ وہ اپنی زندگی بآسانی گزار سکیں اور لالچ میں مبتلا نہ ہوں۔[42]

---

[41] شبلی نعمانی، الفاروق سوانح عمری حضرت عمرؓ (مکتبہ رحمانیہ، لاہور) ص ۲۲۰

[42] راشدہ شعیب، اسلامی نظام حکومت (بک پروموٹرز، اسلام آباد، طبع اول ۱۹۹۵ء) ص ۱۸۸

www.KitaboSunnat.com

دورِ عثمانؓ بن عفان

حضرت عثمانؓ ایک نرم دل خلیفہ تھے۔ حضرت عمرؓ نے عدل گستری سے متعلق جو اوصاف ضوابط طے کیے، وہ ان کے زمانے میں بھی بحال رہے۔ ان کے زمانے میں ایک عمارت 'دارالقضاء' کے نام سے بنائی گئی جس میں عدل سے متعلق معاملات انجام دیے جاتے تھے۔ (۴۳)

سیدنا علیؓ کا دور

عدلیہ کی جو حیثیت اور شان ووقعت حضور ﷺ کے عہد میں اور پھر تینوں خلفائے راشدین کے عہد میں تھی، وہ حضرت علیؓ کے عہد میں بھی باقی رہی۔ قضا کے باب میں سیدنا علی اپنی مثال میں یکتا تھے۔ سراجِ نبوت سے ہر صحابیؓ نے کسبِ فیض کیا اور سب کے الگ الگ رنگ ہیں۔ حضرت مرتضیٰؓ کو اللہ نے کارِ قضا میں ممتاز بنایا اور زبانِ رسالت ؐ سے «أقضاهم علي» کا اعزاز اُنہیں ملا۔ کتنی گتھیوں کو اُن کی ذہانت نے سلجھایا۔ سیدنا علیؓ کا قاضی شریحؒ کی عدالت میں حاضر ہوکر ایک یہودی کے خلاف انصاف چاہنا اور قاضی شریح کا امیر المومنین کے خلاف ایک یہودی کے حق میں فیصلہ دینا اسلامی تاریخ کا معروف واقعہ ہے۔ (۴۴)

حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں نظام عدل کو بھی بہت ترقی دی اور ان کے فیصلے اسلامی نظامِ عدل میں اعلیٰ نظیر کا درجہ رکھتے ہیں۔ گواہی دینے سے متعلق آپؓ نے جو فیصلے کیے ہیں، ان میں جھوٹی گواہی دینے پر شہر بھر میں تشہیر کرنے کے بعد قید کی سزا اور یہ بھی کہ کسی قضیہ کا فیصلہ ایک گواہ پر بھی ہوسکتا ہے۔ ایسے ہی چار عادل گواہ اگر خود متہم ہوں تو ان چاروں پر حد لگے گی۔ اُنہوں نے نکاح میں عورتوں کی گواہی جائز قرار دی، لیکن طلاق میں نہیں۔ ان کے مطابق دشمن کی گواہی کو تسلیم نہیں کیا۔

حضرت علیؓ نے عہدۂ خلافت کے ساتھ ساتھ عہدۂ قضا کو بھی بخوبی انجام دیا۔ ان کے فیصلے تاریخ میں روشن مثالیں ہیں۔

اُموی اور عباسی عہد میں نظامِ عدل

ابتدا میں خلفاے راشدین اور ان کے تعینات کیے ہوئے صوبائی امیر انتظامی اُمور کے

---

(۴۳) محمد حمید اللہ، عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، (مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن، بار دوم ۱۹۴۹ء)، ص ۳۵

(۴۴) محمد حمید اللہ، عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، (مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن، بار دوم ۱۹۴۹ء)، ص ۳۵

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ساتھ قاضیوں کے فرائض خود سرانجام دیتے تھے، مگر رفتہ رفتہ ہر صوبے اور ہر شہر میں عامل کے علاوہ قاضی کا تقرر ہونے لگا۔ بنو اُمیہ کے دور میں بھی کم وبیش خلفاے راشدین کے دور کی طرح ہی نظامِ عدل قائم رہا، بعد میں چند تبدیلیاں بھی آئیں۔ ڈاکٹر حمید الدین کے بقول:

''قاضیوں کے فیصلے اسلامی شریعت کی رو سے قرار پاتے۔ اگر کوئی تنازعہ اس نوعیت کا ہوتا جس کے بارے میں قرآن اور حدیث کوئی قطعی فیصلہ نہ دیتے ہوں تو ایسے معاملات کے فیصلے قاضی اپنے اجتہاد اور علما کے مشوروں سے کرتے تھے۔ اُنہیں صرف مسلمانوں کے مقدمات سننے کا حق حاصل تھا، غیر مسلموں کے لیے علیحدہ جج اور پیشوا مقرر ہوتے تھے۔ جو اُن کے لیے اپنے مذہب اور رواج کے مطابق فیصلے کرتے۔''[۳۵]

وہ مزید لکھتے ہیں:

''قاضیوں کو بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی تھیں تاکہ وہ رشوت یا خیانت کی طرف مائل نہ ہوسکیں۔ انصاف کے علاوہ اوقاف کے مال کی نگرانی بھی قاضیوں کے فرائض میں شامل تھی۔ بنی اُمیہ کے عہد میں عدلیہ، خلافتِ راشدہ ہی کی طرح انتظامیہ سے آزاد رہی اور اس محکمہ کو صیغہ قضا کہتے تھے۔ مرکز کے علاوہ ہر صوبہ اور ہر ضلع میں عدالت قائم تھی جہاں اسلامی شریعت کے مطابق فیصلے ہوا کرتے تھے۔''[۳۶]

بنواُمیہ کے زمانہ کی دو امتیازی خصوصیات ہیں۔ جن میں پہلی یہ تھی کہ اس دور میں قاضی عام طور پر اجتہاد سے کام لیتے تھے اور کسی مخصوص شخص کی تقلید نہیں کرتے تھے، ایسے ہی اُنہیں کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی سمجھ بوجھ سے کام لینے کی پوری آزادی تھی۔

دوسری خصوصیت یہ تھی کہ

''عدالت کا محکمہ اپنے اختیارات وفرائض میں اُموی فرمانرواؤں کے اثر سے بالکل آزاد تھا۔ ان کے ذاتی رجحانات کا ان پر کوئی اثر نہ تھا۔ اس زمانے میں عدالت کے فیصلے گورنروں اور خراج کے افسروں تک بلا رو ورعایت نافذ کیے جاتے تھے۔ عہد اُموی میں قاضی کے انتخاب کے لیے ضروری تھا کہ وہ بلند سیرت، پاکباز، پرہیزگار، عالم، مجتہد اور عیوب سے مبرا ہو۔ اور عدل وانصاف کے مقابلے میں اس کو دنیا کی کسی طاقت کی کوئی پرواہ نہ ہو۔''[۳۷]

عہدِ عباسی میں بنواُمیہ کی ہی طرح قاضیوں کے اختیارات تھے۔ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے رعب داب اور عزت ومرتبہ کا یہ عالم تھا کہ اُمرا، وزرا بلکہ خلیفہ تک کو یہ جرات نہ ہوتی تھی کہ

---

[۳۵] حمید الدین، ڈاکٹر، تاریخ اسلامی (فیروز سنز لمیٹڈ، کراچی، ایڈیشن ہشتم) ص ۲۷۶۔ [۳۶] ایضاً

[۳۷] حسن ابراہیم، مسلمانوں کا نظم مملکت، مترجم علیم اللہ صدیقی (دارالاشاعت، فریدی بک سنٹر، کراچی) ص ۲۸۲

www.KitaboSunnat.com

اس کے فیصلوں سے سرتابی کر سکے۔ غیر مسلموں کے دیوانی مقدمات ان کے اپنے مذہبی پیشوا سنتے۔ فوجداری کی صورت میں بلاتمیز رنگ ونسل، جنس وقوم، زبان، مذہب وملت، سبھی کو حکومت کے مقرر کردہ منصفوں کے سامنے پیش ہونا پڑتا حتیٰ کہ خلیفہ بھی کسی قسم کے ترجیحی سلوک کا نہ تو حق دار ہوتا اور نہ ہی مطالبہ کرسکتا تھا۔ عہدِ بنی عباس میں عدالتی نظام میں زبردست انقلاب آیا اور اس میں کئی تبدیلیاں بھی رونما ہوئیں۔

''اس دور میں عراق کے قاضی امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق شام اور بلادِ مغرب کے قاضی امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق اور مصر کے قاضی امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ اگر مدعی، مدعاعلیہ ایسے مذہب سے تعلق رکھتے ہوتے جو عام طور پر اس شہر میں رائج نہ ہوتا تو اس وقت ان کے مقدمے کے فیصلے کے لیے قاضی کسی ایسے شخص کو نائب بنا دیتا جو اُنہی کے مذہب کا پیروکار ہوتا تھا۔''[۴۸]

آہستہ آہستہ اس نظام کو زوال آ گیا۔ عباسی دورِ انحطاط میں عدالت کا محکمہ سیاسی اثر سے آزاد نہ تھا۔

اندلس میں عدلیہ

مسلم اسپین میں حکومت کا ہر محکمہ منظّم طور پر قائم تھا اور مسلمانوں کے دورِ حکومت میں اسپین علوم وفنون کا گہوارہ تھا۔ مسلمان حکمرانوں نے اسپین میں عدلیہ کے ادارے بھی مضبوط بنیادوں پر قائم کیے تھے۔ مسلم اسپین میں سب سے بڑا اور مقدس عہدہ قضا کا ہوتا تھا۔ قاضی دیوانی اور قاضی فوجداری جدا جدا ہوتے تھے۔ ان کا اجلاس عام طور پر مسجد کے دروازے پر ہوتا تھا۔ آئی ایچ برنی نے لکھا ہے:

''صرف یہی ایک عہدہ دار تھا جو تمام سلطنت میں سب سے زیادہ بااختیار ہوتا تھا اور خلیفہ تک کو اس کے فیصلے ردّ کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اسپین کا نظام عدالت اس زمانہ کے عجائبات میں سے تھا۔ پہلے قواعد بنائے جاتے تھے، پھر ان کو دارالسلطنت اور سرحدی علاقوں میں نافذ کر کے ان کا تجربہ کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ سلطنت میں نافذ کیے جاتے تھے، مقدمات کے فیصلے میں قطعاً دیر نہ کی جاتی تھی اور کسی سفارش یا حمایت کو فیصلے پر اثر انداز نہ ہونے دیا جاتا تھا۔ جتنے فیصلے ہوتے، وہ نہایت ہوش مندی اور انصاف پر مبنی ہوتے تھے''۔[۴۹]

---

[۴۸] حسن ابراہیم، مسلمانوں کا نظم مملکت، ص۲۸۲

www.KitaboSunnat.com

سلطنتِ دہلی میں نظامِ عدل

ہندوستان میں جب مسلمان آئے تو یہاں بھی عام طور پر وہی اسلامی قانون ان کا رہنما تھا، لیکن ہندوؤں کا تمدن چونکہ بہت قدیم اور اس ملک میں متعارف تھا، اس لیے دھرم شاستر کے احکام اور دیگر معتقدات ورواجات کا بھی خاص احترام کیا جاتا تھا۔[۵۰]

فتح سندھ کے تقریباً تین صدی بعد غزنویوں نے پنجاب میں اپنی حکومت قائم کی۔ غزنویوں نے سندھ کی عرب حکومت کی طرح دیوانی معاملات میں خود ہندوؤں کی پنچائتوں سے کام لیا۔ اور ہندو پنڈتوں کو فصلِ خصومات کا اختیار دیا جبکہ مسلمانوں کے معاملات قاضیوں سے متعلق رہے۔ نظامِ عدل کے دوسرے معاملات میں غزنویوں نے عباسیوں کی کہیں براہِ راست اور کہیں بالواسطہ پیروی کی۔

اسلامی ملکوں کی طرح ہندوستان میں بھی عدالتی عہدیداروں پر بڑی کڑی اور بھاری ذمہ داری عائد تھی اور قاضیوں کو خلافِ شرع فیصلہ کرنے پر موت کی سزا دی جاتی تھی۔ سلطان بحیثیت قانون کو نفاذ کرنیوالا اور سربراہِ مملکت تین طرح کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔

> ''اپنی پہلی حیثیت میں وہ 'دیوانِ قضا' کے ذریعے انصاف پروری کرتا تھا۔ دوسری حیثیت میں 'دیوانِ مظالم' کے ذریعے اور تیسری حیثیت میں وہ خود یا اس کے اعلیٰ فوجی عہدے دار فوجی عادل کی حیثیت سے باغیوں کے مقدمات سنتے تھے۔''[۵۱]

عہدِ سلاطین میں سب مسلم حکمرانوں نے اپنے اپنے طور پر عدل قائم کرنے کی کوشش کی۔ انہی میں سے سلطان التمش بھی اپنے عدل وانصاف میں مشہور تھا۔ غرض وہ سلاطینِ دہلی ہوں یا مغل حکمران، ہر کسی نے اپنے طور پر عدلیہ کے مضبوط ادارے قائم کیے اور عدلیہ کو دیگر اداروں پر فوقیت دی۔

انصاف ہمیشہ مسلمان بادشاہوں کا شعار رہا ہے۔ شہنشاہ جہانگیر نے تخت نشینی کے بعد پہلا حکم جو دیا وہ 'زنجیر عدل' باندھنے کا تھا تاکہ مظلوموں اور ستم رسیدوں کی دادخواہی وانصاف رسانی

---

۴۹ برنی، ائی ایچ، مسلم اسپین وثقافتی تاریخ (کفایت اکیڈمی، کراچی) ص ۵۴۶

۵۰ خان، میر باسط علی، تاریخ عدالت آصفی، ص ۲۱

۵۱ قریشی، اشتیاق حسین، سلطنتِ دہلی کا نظم حکومت، ترجمہ ہلال احمد زبیری (شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، جامعہ کراچی) طبع اوّل، ص ۱۵۸

www.KitaboSunnat.com

میں اگر عہدیدارانِ عدالت کوتاہی وغفلت کریں تو مظلوم خود اس زنجیر کے پاس پہنچ کر اسے ہلا دے۔[۵۲] یہ زنجیر مظلوم کی دسترس میں تھی اور اس کو ہاتھ لگتے ہی گھنٹیاں بجتیں جن کی آواز بادشاہ تک پہنچتی اور فوراً مظلوم کی دادرسی کی جاتی۔

عالمگیر نے تمام اُمرا، وزرا اور سرداروں کے مقابلے میں قاضیوں اور عالموں کا مرتبہ اس قدر بڑھا دیا اور اُنہیں اس قدر اختیارات دے دیئے کہ سلطنت کے بڑے بڑے ارکان ان سے رشک وحسد کرنے لگے۔

عالمگیر کی دین داری، رعیت پروری اور عدل گستری کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ اس نے تمام سلطنتِ مغلیہ میں یہ اعلان کر دیا کہ جس کسی کو بادشاہ کے خلاف کوئی شکایت یا شرعی دعویٰ ہو، وہ بادشاہی وکیل سے رجوع کر کے اپنا معاملہ صاف کرے۔ اس کے علاوہ جو لوگ کسی مجبوری کے سبب دارالحکومت میں پہنچنے سے معذور تھے، ان کی سہولت کے لیے شہری وکیل مقرر کر دیئے گئے۔[۵۳]

غیر جانبداری: مغلیہ دور میں عدل وانصاف کرنے میں غیر جانبداری سے کام لیا جاتا۔ نظریاتی حوالوں اور شاہانِ مغلیہ کے اقوال کے علاوہ بھی کئی مؤرخین نے کہا ہے کہ مغل حکمران غیر جانبداری سے انصاف کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بلا رو ورعایت عدل گستری کے فرائض انجام دیئے۔ اکبر کے ایک منظورِ نظر گورنر (خان اعظم مرزا عزیز) کے ایک مقدمے میں عام عدالت نے فیصلہ کیا اور گورنر کو ایک کثیر رقم بطورِ خون بہا ادا کرنی پڑی۔ عدالت میں کسی کے ساتھ امتیازی سلوک روا نہ رکھا جاتا تھا اور امیر غریب سب کے ساتھ مساوی سلوک ہوتا تھا۔

برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی حکومت صدیوں تک قائم رہی اور ابتدائے عہد سے انگریزی حکومت کے قائم ہونے تک مسلمان فرمانرواؤں کا نظامِ عدل کارفرما رہا۔ ملکی نظم ونسق کے ساتھ عدل وانصاف کا محکمہ خاص توجہ کا مرکز تھا اور ان کے عدل وانصاف کے بعض واقعات اب بھی زبان زدِ خاص وعام ہیں۔

الغرض مسلم دورِ حکومت میں اسلامی شریعت کے اَحکام کا اطلاق ہوتا تھا اور خلیفہ ریاست کا سربراہ ہونے کے باوجود کسی قسم کے ترجیحی سلوک کا نہ تو حق دار ہوتا اور نہ ہی مطالبہ کرسکتا تھا۔ بلکہ اکثر اوقات خلیفہ وقت کو قاضی کی عدالت میں حاضر ہو کر کسی معاملے میں صفائی پیش کرنا پڑتی تھی اور صرف عادل اور نیک لوگوں کی شہادت قبول کی جاتی تھی۔ (جاری ہے)

---

[۵۲] خان، میر باسط علی، تاریخ عدالت آصفی، ص۲۰ [۵۳] ایضاً، ص۵۰۵

www.KitaboSunnat.com

جامعہ لاہور الاسلامیہ میں حج اور عمرہ کے پانچ انعام

۳۸ برس سے لاہور میں علومِ کتاب وسنت کی معیاری تعلیم دینے والی درسگاہ جامعہ لاہور الاسلامیہ میں تعمیراتی اقدامات اور تعلیمی اصلاحات کا عمل ایک تسلسل سے جاری ہے۔ یہاں مڈل کے بعد داخل ہونے والے طالب علم کو ۸ برسوں میں ۲۰ علومِ اسلامیہ میں مہارت کے لئے خصوصی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ شام کی شفٹ میں سکول کی لازمی تعلیم بھی دی جاتی ہے جس میں ہشتم تا بی اے، لاہور بورڈ اور پنجاب یونیورسٹی کا نصاب پڑھایا جاتا ہے اور بہترین کمپیوٹر لیب میں کمپوزنگ وانٹرنیٹ کے علاوہ تبلیغ وتحقیق کے لئے کمپیوٹر کے استعمال کی تربیت بھی دی جاتی ہے۔ مزید برآں سبح کے تدریسی اوقات میں ہر تعلیمی سال میں دورِ حاضر کے مختلف سماجی علوم کے تعارفی مطالعہ کو بھی پھیلا دیا گیا ہے جن میں عمرانیات، سیاسیات، معاشیات، مغربی تہذیب اور جدید قانون وغیرہ شامل ہیں۔

یوں تو جامعہ میں قیام وطعام سمیت تعلیم وتربیت کی جملہ سہولیات بالکل مفت ہیں لیکن طلبہ میں تعلیمی ذوق وشوق اور محنت کا ماحول پیدا کرنے کے لئے ۸۰ فیصد سے زائد نمبر حاصل کرنے والے طلبہ کو ۵۰۰ روپے ماہوار وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ حاضری کا کڑا نظام، اسباق کی تکمیل اور تعلیمی مسابقوں اور تحریری وتقریری مقابلوں پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ رواں تعلیمی سال کے آغاز میں ایک انقلابی اعلان یہ کیا گیا کہ جامعہ کے مختلف شعبوں میں بہترین نمبر حاصل کرنے والے ۴ طلبہ کو عمرہ کا انعام دیا جائے گا، جبکہ جامعہ بھر میں امتیازی حیثیت کے حامل طالبعلم کو ادارہ حج کا انعام دے گا۔

جیسا کہ قارئین کے علم میں ہے کہ پاکستان کا یہ واحد جامعہ ہے جہاں بیک وقت دو مستقل شعبوں کلیۃ الشریعۃ اور کلیۃ القرآن میں تعلیم دی جارہی ہے۔ علاوہ ازیں دوسری شفٹ میں کلیۃ علومِ اجتماعیہ عصری سکول وکالج کی تعلیم کے لئے مصروفِ عمل ہے۔ جامعہ میں مڈل کے بعد ۸ سالہ تعلیمی دورانیہ کو چار سالہ ثانوی اور چار سالہ کلیہ میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جامعہ کے متنوع شعبہ جات کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام شعبوں کی ثانوی کلاسز میں بہترین پوزیشن حاصل کرنے والے ایک مثالی طالبِ علم کو عمرہ کا انعام دیا جائے گا جبکہ دو کلیات میں بہترین پوزیشن کے حامل طالب علم بھی یہ اعزاز حاصل کریں گے۔ نیز جامعہ میں تخصص کے شعبہ میں بھی ایک طالب علم کو عمرہ کا انعام دیا جائے گا۔

دیگر متعدد اقدامات کی طرح سال بھر میں طلبہ میں تعلیمی جوش وجذبہ پیدا کرنے کے لئے مختلف مواقع پر یہ اعلان کیا جاتا رہا جس کے نتیجے میں امسال ۳/اگست سے ۱۴/اگست کے دوران ہونے والے جامعہ کے سالانہ امتحانات میں طلبہ نے بڑھ چڑھ کر محنت کی۔ ممتاز طلبہ کو فوری طور پر عمرہ کے

انعام سے نوازنے کے لئے جامعہ کی انتظامیہ نے صرف چار روز بعد یعنی ۱۸ راگست بروز منگل کو ہی بعد نمازِ ظہر سالانہ نتائج کے اعلان کا فیصلہ کیا جب کہ تمام طلبہ سالانہ چھٹیوں پر اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔ لیکن طلبہ کے جوش وخروش اور اساتذہ کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ نتیجہ کے وقت اساتذہ اور طلبہ کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ امسال جامعہ کے سالانہ نتیجہ کے موقع پر یہ دیکھنے میں آیا کہ بے شمار ذہین طلبہ میں کانٹے دار مقابلہ ہوا اور دونوں کلیات میں صرف چار یا پانچ طلبہ ہی بعض مضامین میں جزوی طور پر فیل ہوئے، ایسے ہی میٹرک، ایف اے اور بی اے کا نتیجہ بھی ۸۰ فیصد سے زائد رہا۔

مقررہ تاریخ پر رئیس الجامعہ حافظ عبد الرحمن مدنی حفظہ اللہ نے ایک پروقار اور تکلفات سے مبرا تقریب میں سالانہ نتائج کا اعلان کیا اور اس نتیجہ کی بنا پر ہر انعام کے لئے پانچ بہترین طلبہ کی نشاندہی کی۔ ان ۱۸ رطلبہ میں انعام کا فوری فیصلہ کرنے کے لئے اگلے ہی روز جامعہ کے ۱۴ رمحترم اساتذہ کا ۱۰ ربجے صبح اجلاس شروع ہوا۔ اس اجلاس میں جہاں ہر طالبعلم کے سالانہ نتائج کے ساتھ ششماہی امتحان کے نتائج کو شامل کیا گیا، وہاں سال بھر میں کلاسوں میں تعلیمی کارکردگی، غیر نصابی سرگرمیوں مثلاً تقریر وتحریر اور اسباق میں حاضری کو بھی مقابلہ میں پیش نظر رکھا گیا تھا۔ اس موقع پر جامعہ کے مدیر التعلیم حافظ حسن مدنی نے باری باری ہر انعام کے لئے نامزد ۵ طلبہ کو جائزہ کے لئے مجلس اساتذہ کے سامنے پیش کیا۔ حاضری اور تعلیمی کارکردگی کے علاوہ ہر اُستاذِ گرامی کو جائزے اور انٹرویو کے ۲۰۰ راضافی نمبر دیے گئے تھے جس میں طالبِ علم کی دین داری، وضع قطع، اخلاقی حالت، دورانِ کلاس دلچسپی اور اساتذہ وانتظامیہ سے مؤدبانہ رویہ کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا تھا۔ دن بھر جاری رہنے والی اس مجلس میں اساتذہ نے باری باری مقابلہ میں آنے والے ہر طالب علم کا گہرا جائزہ اور انٹرویو لیتے ہوئے اپنے تفصیلی نتائج پیش کردیے۔

تعلیم اور حاضری کے نتائج کے بعد اساتذہ کے ان انٹرویوز کی روشنی میں مغرب سے کچھ وقت پہلے ایسے چار خوش قسمت طلبہ کا اعلان کیا گیا جو اس سال عمرہ کے انعام کے مستحق قرار پائے۔ ایسے ہی بہترین مثالی طالب علم کے طور پر حج کا انعام بھی ایک طالب علم کے حصہ میں آیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اعزاز حاصل کرنیوالے تمام طلبہ حافظ قرآن تھے۔ طلبہ کے نام اور ان کے نمبر حسب ذیل ہیں:

اُولیٰ کلیہ (میٹرک کے بعد تیسرے سال) کے طالب علم حافظ عبد المنان نے ۹۸ء۴۰ فیصد نمبر لے کر پورے جامعہ میں پہلی پوزیشن حاصل کی اور حج کے انعام کے مستحق قرار پائے۔ جبکہ عمرہ کا انعام پانے والوں میں کلیہ الشریعہ کے چھٹے سال کے طالب علم حافظ احسان الٰہی ظہیر نے ۹۶ء۱۳ فیصد نمبر لے کر اپنے کلیہ میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ اسی طرح کلیہ قرآن کے پانچویں سال کے طالبعلم حافظ محمد زبیر نے ۹۷ء۰۷ فیصد نمبر لے کر اپنے کلیہ میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ آٹھویں سال کے حافظ عبد

الباسط نے تخصص میں ۹۱ء۲۳ فیصد نمبر لے کر پہلی پوزیشن حاصل کی جبکہ جامعہ کی تمام ثانوی کلاسز میں تیسرے سال کے طالب علم حافظ عبدالماجد ۹۷ فیصد نمبر لے کر اوّل رہے۔

چونکہ اس فیصلہ کے بعد رمضان المبارک میں صرف ایک ہفتہ باقی رہ گیا تھا، اس لئے کامیاب طلبہ نے فوری طور پر اپنے پاسپورٹ وغیرہ بنوانے کے لئے دیے۔ اس موقع پر حکومت پاکستان کا یہ نیا قانون ان طلبہ کے آڑے آیا کہ ۴۰ برس سے قبل کوئی شخص اکیلے عمرہ نہیں کرسکتا۔ یوں بھی اتنے مختصر وقت میں عمرہ ویزہ کے لئے عمرہ ایجنسیوں نے حامی بھرنے سے انکار کردیا۔ چنانچہ رئیس الجامعہ نے اس مقصد کے لئے اسلام آباد کا سفر اختیار کیا اور سعودی نائب سفیر سے خصوصی ملاقات میں جامعہ کے اس مثالی پروگرام سے اُنہیں آگاہ کیا۔ سعودی عرب کے محبِ دین نائب سفیر شیخ عبداللہ زہرانی نے جامعہ کے ساتھ مکمل سرپرستی کرتے ہوئے ان پانچوں طلبہ کو عمرہ کا اعزازی فخری ویزا Gratis Visa عنایت کیا، اور یہ قرار دیا کہ اپنے پاسپورٹ بنوانے کے فوراً بعد طلبہ یہ ویزا لگوا سکتے ہیں۔ بعد میں ان طلبہ کے لئے ٹکٹوں کی بکنگ کا مرحلہ بھی خاصا دشوار تھا، جس میں ایک بار پھر جامعہ کی انتظامیہ نے بھاگ دوڑ کر کے ۱۳ ستمبر کو طلبہ کے سفر کے تمام انتظامات مکمل کردیے۔

الحمدللہ ان سطور کی اشاعت تک یہ پانچوں خوش نصیب طلبہ دیارِ حرم میں پہنچ چکے ہوں گے، اس مبارک موقع پر کامیاب طلبہ نے اپنے اساتذہ اور انتظامیہ کا خصوصی شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کے لئے گہرے احسان مندانہ جذبات اور تشکر کا اظہار کیا۔

جامعہ ہذا میں نئے تعلیمی سال کے داخلے ۱۱ اکتوبر سے ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۸ء تک جاری رہیں گے۔

کلیہ قرآن کے لئے حافظ قرآن اور مڈل پاس جبکہ کلیہ شریعہ کے لئے میٹرک کو ترجیح دی جائے گی۔ داخلہ انٹرویو کی بنیاد پر ہوگا جس میں اصل اَسناد اور دو تصاویر کے علاوہ سرپرست کا آنا ضروری ہے۔

جامعہ میں مثالی تعلیم کے لئے خصوصی انتظام کئے گئے ہیں جس میں موسم کی شدت کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر کلاس روم میں ائرکنڈیشنر، بجلی کی بندش کے لئے متبادل گیس پاور پلانٹ اور جدید ترین کمپیوٹر لیب قابل ذکر ہیں۔ قیام وطعام کی سہولتوں کو بہتر کرنے کے لئے دن میں تین بار اعلیٰ معیاری کھانا اور رہائش گاہ میں نئے کمروں اور ۴۰ غسل خانوں کی تعمیر کی گئی ہے۔ کلاس روموں میں معیاری فرنیچر اور قیمتی کارپٹس وغیرہ مہیا کئے گئے ہیں۔ ایسے ہی سال بھر کا تعلیمی شیڈول پہلے سے تیار کرکے ہر سبق کو ہفتہ وار بنیادوں پر تقسیم کردیا گیا ہے۔ اعلیٰ تعلیمی معیار کے لئے جامعہ بھر میں مسابقاتِ نحو وصرف اور ہر تین ماہ بعد ٹیسٹ سسٹم کو بھی متعارف کرایا گیا ہے جبکہ طلبہ کی تحریری صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے لئے ماہنامہ 'رشد' کی اشاعت اور ہفتہ وار بزمِ ادب کا انعقاد بھی ہوتا ہے۔

LRL No. 183
Vol. 40 No. 9
Monthly MUHADDIS Lahore
5866476
5866396

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے — زرِ سالانہ ۲۰۰ روپے
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700